احمدی انصار کی تربیت کیلئے

جولائی

۱۹۹۴ء

ماہنامہ

انصاراللہ

ایڈیٹر

نصراللہ خان ناصر

ربوہ

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماھنامہ انصار اللہ ربوہ

وفا ۱۳۷۳ ہش

جولائی ۱۹۹۴ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خان ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارے میں

جلد نمبر ——— ۳۵

شمارہ نمبر ——— ۷

شرح چندہ

پاکستان ——— چالیس روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ——— چار روپے

ادا ریہ

"ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی"

سُنّت اللہ کے مطابق سلسلۂ الٰہیہ کی ابتداء اقلیت سے ہی ہوتی ہے۔ تنہا ایک آواز اٹھتی ہے۔ اور اس آواز کے خلاف ایک شور بپا ہو جاتا ہے۔ اسے ہر ممکن طریق سے مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر وہ آواز پھیلتی چلی جاتی ہے۔ صحراؤں، میدانوں، پہاڑوں اور سمندروں کی وسعتوں کو عبور کرتی ہوئی دنیا کے کناروں تک پہنچ جاتی ہے اور بالآخر اقلیت اکثریت میں بدلتی ہے۔ مصلح آخرالزمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے بھی خدا تعالیٰ سے خبر پاکر یہ اعلان کیا کہ آپ دین حق کی عظمت اور شوکت کو قائم کرنے کے لئے مامور کئے گئے ہیں اور فیضانِ محمدیت کے چشمۂ رواں سے ہی خلقِ خدا کی تشنگی دُور کرنے کا عزم لے کر آئے ہیں تو یہ ناممکن تھا کہ آسمانی آواز دب جائے اور طاغوتی طاقتیں اسے مٹانے پر قدرت حاصل کریں۔ آپ نے فرمایا۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھیگا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا"...... سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔

(تجلیات الٰہیہ صہ ۲۲-۲۳)

پھر آپ نے فرمایا:۔

"اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اسکی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حُجت اور بُرہان کی رُو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا..... خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائیگی...."

(تذکرۃ الشہادتین صہ ۶۴)

آپ نے رسالہ الوصیت میں فرمایا:۔

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اسکی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنیوالے ابتلاؤں سے نہ ڈرے..." (صہ ۱۰)

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے دل میں بنی نوع انسان کیلئے شدید تڑپ تھی اور محبت کا ایک سمندر موجزن تھا۔ آپ کے دردمند دل نے پکارا ؎ قوم کے لوگو! اِدھر آؤ کہ نکلا آفتاب ؛ وادیٔ ظلمت میں کیوں بیٹھے ہو تم لیل و نہار

اُس عظیم داعی الی اللہ کے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ آپ نے فرمایا:۔

"ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس کو ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچائیں اور اس تبلیغ میں زندگی ختم کردیں خواہ مارے ہی جاویں۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۹۱)

انفرادی اور قومی بقا کا انحصار دعوت الی اللہ پر ہے اور دعوت الی اللہ کیلئے ایسی جدوجہد درکار ہے جو خلقِ خدا کے لئے جذب و کشش رکھتی ہو اور سب سے بڑھ کر بے قرار دل کی دعائیں اس دعوت الی اللہ کو نتیجہ خیز بنانے کا موجب بنتی ہیں۔ ہمارے مقدس امام حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسی مقدس امانت کی حفاظت ہمارے سپرد کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"تبلیغ کی جو جوت میرے مولیٰ نے میرے دل میں جگائی ہے اور آج ہزارہا احمدی سینوں میں یہ لَو جل رہی ہے اس کو بجھنے نہیں دینا۔ تمہیں خدائے واحد و یگانہ کی قسم کہ اس کو بجھنے نہیں دینا۔ اس مقدس امانت کی حفاظت کرنا۔

مَیں خدائے ذوالجلال والاکرام کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اس شمعِ نور کے بنے رہو گے تو خدا اسے کبھی بجھنے نہیں دے گا۔ یہ لَو بلند تر ہوگی اور پھیلے گی اور سینہ بہ سینہ روشن ہوتی چلی جائے گی اور تمام رُوئے زمین کو گھیرے گی اور تمام تاریکیوں کو اُجالوں میں بدل دے گی۔" (خطبہ جمعہ ۱۲۔ اگست ۱۹۸۳ء)

آج اس مقدس امانت کا محافظ ہر احمدی ہے پس آئیے صداقت کے اس نُور کو قریہ قریہ بستی بستی پھیلاتے چلے جائیں ملک ملک کو روشن کردیں۔ صحراؤں، مرغزاروں اور سمندروں کی وسعتوں پر محیط ہوجائیں۔ آزمائشوں اور ابتلاؤں کے پہاڑوں اور سنگلاخ چٹانوں سے گزر جائیں۔ آہنی زنجیروں کی کھنکھناہٹ سے بے خطر سعادت سمجھتے ہوئے بڑھتے چلے جائیں۔ تا دنیا میں حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت و عظمت قائم ہو اور نوشتۂ تقدیر پورا ہو کہ "ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی"۔

"احمدیت کا ایک روشن ستارہ"

حضرت مولوی محمد حسین صاحب رفیق بانی سلسلہ احمدیہ ؑ کی رحلت

حضرت مسیح موعود و مہدی آخرالزمان علیہ السلام کو جن مبارک وجودوں نے دیکھا اور آپ کا زمانہ پایا وہ ایک ایک کرکے ہم سے رخصت ہوگئے۔ یہ جانیوالے صدق و وفا کے پیکر، اطاعت و فدائیت کی حسین سیرت کے حامل احمدیت کیلئے قابلِ فخر سپوت تھے۔ ایسا ہی ایک بابرکت وجود احمدیت کا روشن ستارہ، رفیق بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مولوی محمد حسین صاحب (مربی سلسلہ احمدیہ) ۱۹ جون ۱۹۹۴ء کو ۱۰۲ سال کی عمر پاکر اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں اپنے قرب خاص سے نوازے۔ آپ نے ایام طفولیت میں اپنے والد ماجد کیساتھ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے حلقہ بیعت میں آکر پاکیزہ صحبت پائی۔ جوانی میں بھی دست درکار دل بایار کے حامل مشرقِ وسطیٰ (عراق و مصر) میں دعوت الی اللہ کا فرض ادا کرتے رہے اور پھر ۱۹۲۰ء سے باقاعدہ تاحیات تقریباً ۷۰ سال تک ہدایت کے نور سے ہزاروں دلوں کو منور کرتے رہے۔ نہایت متقی، متوکل، دعاگو اور حسین سیرت رکھنے والے بزرگ تھے۔ تلاشِ بسیار سے نظر لوٹ کر آتی ہے تو دل پکار اٹھتا ہے ؎ جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں ؛ کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

امام الکلام

سچّی اطاعت اور محبّت کا اثر

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا جس کے لوازم میں سے محبت اور تعظیم اور اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور اگر کوئی گناہ کی زہر کھا چکا ہے۔ تو محبت اور اطاعت اور پیروی کے تریاق سے اس زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اور جس طرح بذریعہ دوا مرض سے ایک انسان پاک ہو سکتا ہے ایسا ہی ایک شخص گناہ سے پاک ہو جاتا ہے اور جس طرح نور ظلمت کو دور کرتا ہے۔ اور تریاق زہر زائل کرتا ہے۔ اور آگ جلاتی ہے ایسا ہی سچی اطاعت اور محبت کا اثر ہوتا ہے۔ دیکھو آگ کیونکر ایک دم میں جلا دیتی ہے پس اسی طرح پر جوش نیکی جو محض خدا کا جلال ظاہر کرنے کیلئے کی جاتی ہے وہ گناہ کا خس و خاشاک بھسم کرنے کے لئے آگ کا حکم رکھتی ہے۔ جب ایک انسان سچے دل سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور آپ کی تمام عظمت اور بزرگی کو مان کر پورے صدق و صفا اور محبت اور اطاعت سے آپکی پیروی کرتا ہے یہاں تک کہ کامل اطاعت کی وجہ سے فنا کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ تب اس تعلق شدید کی وجہ سے جو آپؐ کے ساتھ ہو جاتا ہے وہ الٰہی نور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتا ہے اس سے یہ شخص بھی حصہ لیتا ہے۔ تب چونکہ ظلمت اور نور کی باہم منافات ہے۔ وہ ظلمت جو اس کے اندر ہے دور ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کوئی حصہ ظلمت کا اس کے اندر باقی نہیں رہتا اور پھر اس نور سے قوت پا کر اعلیٰ درجہ کی نیکیاں اس سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اس کے ہر عضو میں سے محبتِ الٰہی کا نور چمک اٹھتا ہے۔ تب اندرونی ظلمت بکلی دور ہو جاتی ہے اور علمی رنگ سے بھی اس میں نور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور عملی رنگ سے بھی نور پیدا ہو جاتا ہے۔ آخر ان نوروں کے اجتماع سے گناہ کی تاریکی بھی اس کے دل سے کوچ کرتی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ نور اور تاریکی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ایمانی نور اور گناہ کی تاریکی بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ایسے شخص سے اتفاقاً کوئی گناہ ظہور میں نہیں آیا تو اس کو اس اتباع سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ آئندہ گناہ کی طاقت اس سے مسلوب ہو جاتی ہے اور نیکی کی طرف اس کو رغبت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ آپ قرآن شریف میں فرماتا ہے حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ۔

(ریویو آف ریلیجنز جلد ا نمبر ۵ صفحہ ۲۰۲ بحوالہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی صفحہ ۱۶۰-۱۵۱)

کلام الامام

دعوت الی اللہ ۔ حکمت اور دلکش نصیحت سے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ ۸۔ نومبر ۹۱ء سے اقتباس

آپ نے فرمایا:۔

"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ۔ اپنے رب کی راہ کی طرف بنی نوع انسان کو حکمت کیساتھ بلاؤ۔ تلوار یا جبر کے ساتھ نہیں۔ ڈانٹ ڈپٹ کر اور دھمکا کر نہیں بلکہ حکمت کے ساتھ بلاؤ۔ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ اور نیک نصیحت کے ذریعے، ایسی دلکش نصیحت کے ذریعے جو دلوں کو اپنی طرف کھینچ لے۔ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اور بالآخر اگر مقابلہ کرنا ہی پڑے تو بہترین رنگ میں مقابلہ کرو۔ سب سے اچھے دلائل کو اختیار کرو۔ احسن رنگ میں یعنی دلکش انداز میں ان دلائل کو پیش کرو کیونکہ مقصد دل جیتنا ہے نہ کہ لوگوں کو شکست دینا۔ پس یہ وہ دل اور حقیقی جہاد ہے جس کی طرف قرآن کریم ہر مومن کو بلاتا ہے اور اس جہاد کے اسلوب سے بڑے واضح طور پر آگاہ فرماتا ہے۔ وہ ہتھیار بھی بیان کر دیئے جو اس جہاد میں استعمال ہونگے۔ اس آیت کریمہ کے علاوہ اسی مضمون پہ اور بھی آیات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ (دعوت الی اللہ) کیلئے صبر کی بڑی ضرورت ہے حکمت کے علاوہ دعاؤں کی بڑی ضرورت ہے۔ چنانچہ انبیاء کرام کے طریق (دعوت الی اللہ) کو جو قرآن کریم نے کھول کر بیان فرمایا اس میں دعاؤں کا مضمون بھی ساتھ ساتھ اسطرح شامل ہے جیسے زندگی کے ساتھ سانس شامل ہوں اور یہاں حکمت کے لفظ کو تو اختیار فرمایا۔ موعظہ حسنہ کا ذکر کیا اور جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ کا ارشاد ہوا لیکن دعا کا ذکر نہیں۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ حکمت کے اندر سب سے پہلے دعا آتی ہے .... چونکہ مومن کی ہر تدبیر کارگر ہونے کیلئے دعا کی محتاج رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اسلئے حکمت کے لفظ میں سب سے پہلے دعا کا مضمون شامل ہے۔ اور حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو عظیم الشان انقلابی فتح اپنے مدمقابل پر حاصل فرمائی اور گنتی کے چند سالوں میں یہ حیرت انگیز بے مثل معجزہ کر دکھایا کہ سارے عرب کی کایا پلٹ دی۔ ایسے مخالف اور جاہل عرب کی کایا پلٹ دی جو کلیۃً متحد ہو کر آپ کو اور آپ کے پیغام کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے پر تلا بیٹھا تھا۔ ایسا عجیب انقلاب وہاں برپا ہوا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۔ (سورۃ السجدہ آیت ۳۵)

اچانک تو یہ دیکھے گا کہ وہ لوگ جو میری ہدایت کے مطابق حکمت اور موعظہ حسنہ وغیرہ سے (دعوت الی اللہ) کرتے ہیں اور صبر سے کام لیتے ہیں ان کی کوششیں ایک حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیں گی۔ اِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ اچانک تو یہ دیکھے گا کہ وہ جو تیرے خون کا پیاسا تھا۔ جو تیرا دشمن تھا وہ تیرا جانثار دوست بن چکا ہے"

عربی منظوم کلام

بِوَجْهِكَ مَا أَنْسٰى عَطَايَاكَ بَعْدَهُ

أَيَا مُحْسِنِيْ أُثْنِيْ عَلَيْكَ وَأَشْكُرُ فِدًى لَّكَ رُوْحِيْ أَنْتَ تُرْسِيْ وَمَأْزَرُ

اے میرے محسن! میں تیری ثنا اور شکر کرتا ہوں ۔ میری روح تجھ پر فدا ہو ۔ تو میری ڈھال اور قوت ہے

بِفَضْلِكَ إِنَّا قَدْ غَلَبْنَا عَلَى الْعِدٰى بِنَصْرِكَ قَدْ كُسِرَ الصَّلِيْبُ الْمُبَطِّرُ

تیرے فضل سے ہم نے دشمنوں پر غلبہ پایا ہے اور تیری نصرت سے ہی اترانے والی صلیب توڑ دی گئی ہے

فَتَحْتَ لَنَا فَتْحًا مُّبِيْنًا تَفَضُّلًا بِفَوْجٍ إِذَا جَاءُوْا فَزَهَقَ التَّنَصُّرُ

تُو نے ہمیں اپنی مہربانی سے فتحِ مبین عطا کی ایسی فوج سے کہ جب اس کے سپاہی پہنچے تو عیسائیت بھاگ نکلی

بِوَجْهِكَ مَا أَنْسٰى عَطَايَاكَ بَعْدَهُ وَفِيْ كُلِّ نَادٍ نَبَأُ فَضْلِكَ أَذْكُرُ

تیری ذات کی قسم! اس کے بعد میں تیرے احسانات کو نہ بھولوں گا ۔ اور ہر مجلس میں تیرے فضل کی عظیم الشان خبر کا ذکر کرتا رہوں گا

تُلَبِّيْكَ رُوْحِيْ دَائِمًا كُلَّ سَاعَةٍ وَإِنَّكَ مَهْمَا تَحْشُرِ الْقَلْبَ يَحْضُرُ

میری روح ہمیشہ ہر گھڑی تجھے لبیک کہتی ہے ۔ اور بے شک تو جب بھی میرے دل کو بلاتا ہے وہ حاضر ہو جاتا ہے

وَتَعْصِمُنِيْ فِيْ كُلِّ حَرْبٍ تَرَحُّمًا فِدًى لَّكَ رُوْحِيْ أَنْتَ دِرْعِيْ وَمِغْفَرُ

اور تُو مجھے ازراہِ ترحم ہر لڑائی سے بچا لیتا ہے میری روح تجھ پر قربان جائے ۔ تُو ہی میری زرہ اور خود ہے

يُنَوِّرُ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَجْهَ خَلَائِقٍ وَلٰكِنْ جَنَانِيْ مِنْ سَنَاكَ مُنَوَّرُ

سورج کی روشنی تو مخلوق کے چہرے کو منوّر کرتی ہے ۔ لیکن میرا دل تیرے نور سے منوّر ہو جاتا ہے

فارسی منظوم کلام

تا نہ دیوانہ شُدم ہوش نیامد بسرم

اے محبّت عجب آثار نمایاں کردی　　زخم و مرہم برہِ یار تو یکساں کردی

اے محبت تُو نے عاشقوں کی عجیب حالت ظاہر کی ان کے لئے تُو نے یار کی راہ میں زخم و مرہم برابر کر دئے

ذرّہ را تُو بیک جلوہ کُنی چوں خورشید　　اے بسا خاک کہ چوں ماہِ تاباں کردی

ایک تجلّی سے تُو ذرّہ کو سورج کی طرح بنا دیتی ہے اور بہت دفعہ ہماری طرح کی خاک کو تُو نے چمکتا ہُوا چاند بنا دیا

ہوشمندانِ جہاں را تو کُنی دیوانہ　　اے بسا خانۂ فطنت کہ تو ویراں کردی

دنیا کے عقلمندوں کو تُو دیوانہ بنا دیتی ہے اور بہت سے عقلمندوں کے گھروں کو تُو نے ویران کر دیا

جانِ خود کس نہ دِہد بہرِ کس از صدق و وفا　　راست اینست کہ ایں جنس تو ارزاں کردی

کوئی کسی کے لئے اپنی جان عشق اور وفاداری کے ساتھ نہیں دیتا لیکن سچ یہ ہے کہ اس جنس کو تُو نے بہت سستا کیا

بر تُو ختم است ہمہ شوخی و عیّاری و ناز　　ہیچ عیّار نباشد کہ نہ نالاں کردی

شوخی چالاکی اور ناز سب تجھ پر ختم ہیں کوئی ہوشیار آدمی ایسا نہ ہوگا جسے تُو نے رُلا نہ دیا ہو

تا نہ دیوانہ شُدم ہوش نیامد بسرم　　اے جنوں گردِ تو گردم کہ چہ احساں کردی

مَیں جب تک دیوانہ نہ ہوگیا میرے ہوش ٹھکانے نہ ہوئے اے جنونِ عشق تجھ پر قربان! تُو نے کتنا احسان کیا

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند　　لطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی

وہ مسیح جس کا مقام آسمان پر بیان کرتے ہیں۔ تُو نے ہی تو مہربانی فرمائی کہ اسے اس زمین سے پیدا کر دیا

(ثمین فارسی مترجم صفحہ ٢٠٩)

رپورٹ سٹینڈنگ کمیٹی بابت رسومات شادی بیاہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی

پُر معارف ہدایات

تعارف ۱۹۹۰ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ ہدایت فرمائی کہ مجلس شوریٰ (منعقدہ ۲۳، ۲۴، ۲۵ مارچ ۱۹۹۰ء کے ایجنڈا میں شادی بیاہ کے متعلق درج ذیل امور غور کرنے کے لئے پیش کئے جائیں اور معین متوازن مشورہ دیا جائے۔ حسب ذیل باتوں کے درمیان توازن ضروری ہے۔

۱۔ "خوشی کے موقعہ پر ضرورت سے زیادہ پابندیاں وقتی حالات اور تقاضوں کے مطابق تو ٹھیک کہلا سکتی ہیں۔ لیکن مستقلاً انہیں گویا شریعت کا حصہ بنا لینا جائز نہیں۔

۲۔ جن حالات میں پابندیاں لگائی گئی تھیں ان میں جو تبدیلی ہوئی ہے اُن کے تقاضے کیا ہیں۔

۳۔ موجودہ دَور میں غیروں کے ساتھ تعلقات کا مفاد۔

۴۔ عملاً اس وقت کیا ہو رہا ہے اور (رخصتانہ کے موقعہ پر مقامی احباب کے) کھانے اور نہ کھانے والے احمدی کے درمیان تفریق ایک اور بدی تو نہیں پیدا کر رہی ہے۔ یعنی حیلوں سے نظام کے اطلاق سے آزادی حاصل کرنا۔

۵۔ بڑے شہروں میں جہاں دُور دُور سے افراد آتے ہیں اُن کے لئے بہت پہلے کھانا کھا کر آنا یا بہت دیر میں جا کر کھانا کھانا تکلیف کا موجب تو نہیں۔ اور شادی میں شمولیت کہیں سزا تو نہیں بن جاتی۔

۶۔ غرباء کے لئے رسماً تکلیف اٹھانے اور بوجھ بڑھانے کا کوئی اور سدّ باب اور ازالہ۔

۷۔ جو بھی اقدامات تجویز ہوں اُن کی حیثیت پُر زور مشورہ کی ہوگی یا ایسے فیصلہ جات کی جن کی پابندی نہ کرنا موجب تعزیر ہوگا۔ دوسری صورت میں تعزیر کیا ہوگی۔ اور موجودہ حالات میں ایسے امور میں تعزیرات کو رواج دینا کہاں تک مناسب ہوگا۔

۸۔ بڑے اور چھوٹے قصبوں اور دیہات کو حسب حالات الگ الگ مشورے دینے کے حسن و قبح پر غور

۹۔ نظام جماعت کو بین الاقوامی سطح پر یکساں کرنے کی جو مہم چلائی جا رہی ہے اس پر اُن فیصلہ جات

کا کیا اثر پڑے گا اور کیا ساری دنیا میں اُن کا یکساں اطلاق ممکن ہوگا۔

۱۰۔ بالعموم اخراجات کم کرنے سے متعلق مشورے۔

۱۱۔ اگر ایک طرف معاشرتی تقاضے کے مطابق ایسی بات کی دوبارہ اجازت دینے کا رجحان ہو جسے بدرسم قرار نہیں دیا جا سکتا تو دوسری طرف بیاہ شادی کے موقعہ پر رفتہ رفتہ بدرسوم کو اختیار کرنے کے رجحان کے قلع قمع کے بارہ میں اقدامات اور نئے ولولہ کے ساتھ ان رسوم کے خلاف مہم جاری کرنے پر غور۔"

حضور ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مندرجہ بالا ہدایات مجلس شوریٰ ۱۹۹۰ء کے ایجنڈا میں تجویز نمبر ۱ کے طور پر پیش کی گئیں۔ اس تجویز پر غور کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی تشکیل دی گئی۔ سب کمیٹی نے غور کرنے کے بعد اپنی سفارشات مجلس مشاورت میں بحث کے لئے پیش کیں۔ جس پر ۴۳ نمائندگان نے بحث کی۔ اور بالآخر مجلس شوریٰ نے متفقہ طور پر یہ ترمیم منظور کی کہ مجلس شوریٰ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں یہ سفارش پیش کرے کہ ایجنڈا کی تجویز نمبر ۱ پر مزید غور و خوض کی ضرورت ہے۔ اس لئے اگر حضور پسند فرمائیں تو اس تجویز پر مزید غور کرنے کے لئے ایک سٹینڈنگ کمیٹی مقرر فرما دیں جو اس تجویز پر تفصیلی غور کے بعد ۶ ماہ کے اندر اپنی رپورٹ حضور ایدہُ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کرے۔

حضور ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس تجویز کو منظور فرمایا اور ایک سٹینڈنگ کمیٹی کی منظوری عطا فرمائی۔ اس کمیٹی کے ۵ اجلاس منعقد ہوئے اور اس تجویز پر تفصیلی غور و خوص کے بعد اپنی سفارشات حضور ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کیں۔ اس پر حضور ایدہ اللہ نے نہایت ہی پُر معارف ہدایات فرمائیں۔ حضور ایدہُ اللہ تعالیٰ کی یہ پُر معارف ہدایات یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔ اور سٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹ جو حضور ایدہُ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کی گئی وہ بھی شائع کی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام احمدی احباب کو حضور ایدہُ اللہ تعالیٰ کی پُر معارف ہدایات کا بغور مطالعہ کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

(جاری اگلا صفحہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی پُر معارف ہدایات

پیارے مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے مجلس شوریٰ ۱۹۹۰ء کے ایجنڈا کی تجویز نمبر ۱ کے بارہ میں تشکیل کردہ سٹینڈنگ کمیٹی بابت رسومات شادی بیاہ کی رپورٹ زیر نمبر ۱۷۸۸ مورخہ ۹۲-۷-۸ ملی ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء ۔ شادی بیاہ کے موقعہ پر آئے ہوئے مہمان دو قسم کے ہیں ۔

۱ ۔ ایک وہ جو باہر سے آئے ہوئے ہوں ۔ خواہ وہ بارات سے تعلق رکھتے ہوں یا لڑکی والوں کے عزیز اور دوست ہوں ۔ ان کے قیام اور رہائش وغیرہ کی ذمہ داری چونکہ بلانے والوں کا اوّلین فرض ہے ۔ اس لئے خواہ وہ ان کے گھروں میں ٹھہریں یا نہ ٹھہریں ۔ جب بھی تقریبات میں شمولیت کے لئے آئیں ان کی حسب توفیق ماکولات سے خدمت کرنا بنیادی فریضہ ہے جو (دینِ حق) کی اکرامِ ضیف کی تعلیم کے تابع دوسرے غیر مسلموں کے مقابل پر (دینِ حق) میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے ۔

۲ ۔ دوسری قسم عام مقامی مہمانوں کی ہے ۔ اس قسم میں مختلف نوع کی مزید تقسیمیں پائی جاتی ہیں ۔ ایک وہ مہمان ہیں جو گاؤں یا چھوٹے قصبات سے ہیں جہاں فاصلے کوئی نہیں ۔ کھانا گھروں میں کھا کر بے تکلفی سے دعا کی نیت سے تقریب میں شرکت کی جا سکتی ہے ۔ ایسے مہمانوں کے لئے کھانے کا تردّد کرنا اور بوجھ اٹھانا ایک بے ضرورت تکلیف ہے ۔ جبکہ اکرامِ ضیف کا حق ادا کرنے کے لئے کوئی مشروبات یا تھوڑی سی مٹھائی پیش کی جا سکتی ہے ۔ علاوہ ازیں دیہاتی معاشرے اور شریکے کی روایات کے پیشِ نظر اگر کھانے کا اہتمام وہاں کروایا جائے تو بہت زیادہ دکھاوے اور ضیاع کے احتمالات ہیں ۔ اس لئے بہتر ہو کہ ایسی جگہوں پر بلا وجہ دوبارہ مہمانوں کو کھانا پیش کرنے کے رواج کو جاری نہ کیا جائے ۔ ہاں معمولی خاطر مدارات میں کوئی مضائقہ نہیں ۔

مقامی مہمانوں کی دوسری قسم وہ ہے جو بڑے شہروں سے تعلق رکھتی ہے ۔ مثلاً کراچی ، لاہور ، اسلام آباد ، راولپنڈی وغیرہ ۔ ایسی جگہوں پر عموماً احمدیوں کو غیر احمدی دوستوں اور تعلق والوں کی تقریباتِ شادی پر بھی جانا پڑتا ہے ۔ اگرچہ ایسی جگہوں پر کھانا پیش کرنے میں کوئی حرج دکھائی نہیں دیتا ۔ لیکن ضروری نہیں ۔ کہ کھانے سے ہی تواضع ہو ۔ فرق اچھا نہیں لگتا کہ غیر احمدی اور باہر سے آئے ہوئے مہمان کھانا کھا رہے ہوں اور مقامی دوست اور مہمان موقع پر سرک جائیں گویا کھانا حرام ہے ۔ اس لئے حتی المقدور یکجہتی اختیار کرنی چاہیئے ۔ اگر دوسرے مہمانوں کو کھانا پیش کیا جا رہا ہے تو احمدی مہمانوں کو بھی کھانا پیش کیا جائے ،

ہاں دعوت تعداد کے لحاظ سے بھی اور کھانے کی قسم کے لحاظ سے بھی حسب توفیق دینی چاہیئے۔ اگر یہ رخصت دکھاوے اور ضیاع اور اسراف پر منتج ہوگی تو بعید نہیں کہ پھر کسی وقت جماعت یہ انتظامی فیصلہ کرے۔ کہ اس سے کلیّتہً احتراز کیا جائے۔ اس لئے میانہ روی میں ہی سلامتی ہے اور میانہ روی ہی کی تعلیم دینی چاہیئے اور امراء کو ان امور میں ناصح اور نگران کا کردار ادا کرنا ہوگا۔ اگر رائے عامہ میں میانہ روی ہو اور وہ زیادہ تکلفات کو پسند نہ کریں تو ایک آدھ دعوت میں شرکت کرنے والے اگر یہ اظہار کردیں تو آئندہ ایسے رجحانات کی حوصلہ شکنی کے لئے کسی انتظامی تعزیری کارروائی کی بھی ضرورت نہیں۔ جماعت کو یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ عام روزمرہ کے جماعتی تقاضوں پر سزا دینے کا اور تعزیر کی دھمکی دے کر نیکیوں پر قائم رکھنے کا رجحان آخر کار نفع مند ثابت نہیں ہوسکتا اور بعید نہیں کہ فوائد کی بجائے نقصانات زیادہ اٹھانے پڑیں۔ جو طریق کار قرآن کریم نے سمجھایا ہے وہی بہترین ہے اور دیرپا گہرا اثر رکھنے والا ہے اور وقت گزرنے پر کمزور نہیں پڑتا بلکہ مزید مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام ہے۔ بد رسوم کے خلاف بھی اس کو استعمال کرنا چاہیئے۔ بے پردگی اور فحاشی کے رجحانات کو روکنے کے لئے بھی اسے ہی استعمال کرنا چاہیئے اور نیک رسم و رواج کے قیام کے لئے بھی اور میانہ روی کو جماعتی کردار کا حصّہ بنانے کے لئے بھی یہی سب سے مؤثر طریق ہے۔ ہمارا روزمرہ کا تجربہ بتاتا ہے کہ اگر ایک بات پر دشمن نہیں بلکہ اپنے بھی وقار اور متانت سے غلطی کی طرف توجہ دلانا شروع کریں تو ان چیزوں کا شوق ہی بجھ جاتا ہے اور طبیعت بے کیف سی ہوجاتی ہے۔ اس لئے یہی مناسب طریق ہے اور یہی ہتھیار ہے جماعت کے ہاتھ میں جس کو نظام جماعت باقاعدہ نظم و ضبط کے ساتھ جاری کرے اور اس کو نشوونما دے۔

ایک اور امر یہ پیش نظر رہنا چاہیئے کہ جب آپ ان چیزوں کی اجازت دیں گے تو بہت سے غریب ایسے رہ جائیں گے جن کو توفیق نہیں ہوگی اور جن پر بوجھ پڑے گا۔ اس کا علاج میرے ذہن میں یہ آتا ہے کہ شادی بیاہ کے موقعہ پر صاحب توفیق لوگوں میں یہ تحریک کی جائے کہ آپ دعوتوں میں اسراف نہ کریں بلکہ صاف ستھرا اچھا لیکن بے تکلف کھانا دیں اور ان اخراجات میں اس نیت سے بچت کریں کہ آپ کے شہر کے کسی اور غریب احمدی کی بچی کی سفید پوشی رخصتی میں کوئی غربت حائل نہ رہے۔ چنانچہ مستقلاً ایک ایسا فنڈ جاری کردیا جائے جس میں شادی بیاہ کے موقعہ پر نہ صرف دونوں خاندان محض للہ حصّہ لیں بلکہ جماعت کے متمول دوستوں میں مستقلاً ایک تحریک جاری رہے کہ غریب بچیوں کی شادی کے لئے وہ ضرور اپنے اموال میں سے کچھ خرچ کریں۔ اور جن بچیوں کے رخصتی کے وقت ان کے پاس مہمانوں کی معمولی آؤ بھگت کے لئے بھی کچھ نہیں ہوگا۔ ان کو اس فنڈ سے مدد دی جائے اور ایک صاف ستھرے لیکن غریبانہ معیار پر ان کے متفرق اخراجات کا بوجھ اٹھا لیا

جائے ۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس میں جماعت کے متمول دوست یقیناً خوشی سے دل کھول کر حصہ لیں گے ۔ بلکہ یہ رواج بھی دینا چاہیئے کہ لوگ اپنے آپ کو کسی نہ کسی غریب بچی کی شادی کروانے کے لئے پیش کریں ۔ ایسی صورت میں یہ بھی ضروری نہیں کہ جماعت کی وساطت سے ایسا کریں ۔ اگر وہ مناسب سمجھیں تو بعض خاندانوں کے ساتھ بعض خاندانوں کا ایسا تعلق قائم کروایا جاسکتا ہے کہ غریب بچیوں کو ایک سہارا میسر آجائے ۔

میری اہلیہ نے وفات کے دنوں میں اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ چار بچیوں کی شادی وہ خود کرنا چاہتی ہیں ۔ چنانچہ مَیں خدا کے فضل سے چار سے زیادہ شادیاں کرواچکا ہوں اور ہر دفعہ ایسا کرنے پر روحانی لذت نصیب ہوتی ہے ۔ مَیں یہ صرف اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ جماعت میں اس کا رواج پڑ جائے اور یہ جو سوال اٹھتا تھا کہ امیر اگر بچیوں کے رخصتانہ پر زیادہ خرچ کریں گے تو غریبوں کے دل جلیں گے ۔ یہ اعتراض اٹھ جائے گا ۔ لیکن یہ بھی احمدی غریبوں پر ایک الزام ہے ۔ مَیں تو احمدی غریبوں کو بڑا حوصلے والا سمجھتا ہوں ۔ ان پر یقیناً قرآن کریم کی یہ تعلیم صادق آتی ہے کہ :

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ ۔ (سورۃ الحجر : ۸۹)

اس لئے ان کو خواہ مخواہ حریص یا حاسد سمجھتے ہوئے اپنی طرف سے اس رنگ میں دلداری کرنا کہ امیر بھی اکرام ضیف سے کلیتہً ہاتھ دھو بیٹھیں حقیقی علاج نہیں ہے اور ایسا کرنے سے خاص فائدہ بھی کچھ دکھائی نہیں دیتا ۔ کیونکہ تجربہ نے بتایا ہے کہ کوئی ایسا خاص فائدہ بھی نہیں ہوا ۔ جس زمانے میں یہ رواج تھا کہ غریب بھی مہمانوں کی کچھ نہ کچھ خاطر مدارات کیا کرتے تھے تو وہ امیر جو ان میں شامل ہوتے تھے وہ اس سے متأثر ہو کر مخفی ہاتھ سے ضرور کچھ نہ کچھ مدد کیا کرتے تھے ۔ اب تو امیروں اور غریبوں کے فاصلے بڑھ گئے ہیں ۔ پس نیکی کو رائج کرنے کے لئے نیکی کی روح کو سمجھنا ضروری ہے اور یہ بھی بہت ضروری ہے کہ امراء ضرور غریبوں کی شادی پر جائیں اور ان کو بھی موقعہ پر تحائف پیش کریں اور اُن کے ساتھ بیٹھ کر ان کی غریبانہ روٹی میں شامل ہوں ۔ اور اسی طرح غریبوں کو امیروں کی شادیوں میں ضرور بلوایا جائے اور ان کی غربت سے شرم نہ کی جائے بلکہ ان کا دعوت قبول کر کے بے جھجک امیرانہ لباسوں میں ملبوس مہمانوں میں شامل ہو جانا دراصل ان کی ایک قربانی ہے ۔ اس پہلو سے ان کے آنے کو باعثِ عزت سمجھا جائے اور غیر احمدی مہمانوں پر یہ بات خوب کھل جانی چاہیئے کہ سادگی اور غرباء کی عزت کا قیام جماعت احمدیہ کے شعار میں داخل ہے ۔ اس کے ساتھ ہی ضروری ہے کہ غرباء کی اجتماعی کھانوں کے وقت تربیت کی جائے اور کسی کو موقعہ نہ دیا جائے کہ ان کی غربت کی مجبوریوں پر ہنسے ۔ مجھے یاد ہے بارہا مَیں نے ربوہ میں ایسی دعوتوں میں حصہ لیا ہے جہاں خصوصاً غریب بچے کھانے پر ٹوٹ کر پڑتے تھے ۔ اور بعض نسبتاً خوشحال لوگ ان کی اس حرکت پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے اور ایسے

جملے کستے تھے جن سے "تکبر" کی بُو آتی تھی۔ جب بھی میرے سامنے ایسا ہُوا۔ ان کو میں نے سمجھایا کہ خدا کا خوف کرو، تمہیں احساس ہی نہیں کہ جن لوگوں کو عید بقر عید پر گوشت میسّر آتا ہو یا گھر میں کبھی پلاؤ زردے دیکھنے نصیب نہ ہوں ان کو اگر کبھی قسمت سے ایسی دعوت میسّر آجائے تو ان کا بے قابو ہو جانا ان سے زیادہ شہر کے متموّل لوگوں کی بے حسی کی تصویر کھینچتا ہے۔ تاہم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت کے مطابق جہاں امیروں کو سمجھایا جائے وہاں غریبوں کو سمجھانا بھی تو ضروری ہے اور ان کی تربیت کے لئے سلسلہ کے کارکنان مقرر ہونے چاہئیں جو انہیں محبت اور پیار سے سمجھائیں تاکہ ایسے مواقع پر ان کا طرز عمل عین دینی تعلیم کے مطابق ہو۔

جہاں تک قباحتوں کا تعلق ہے دیہات میں وہاں کے حالات کے مطابق اور شہر میں وہاں کے حالات کے مطابق قباحتیں ہیں جو راہ پا رہی ہیں۔ لیکن رسمی اور سرسری طور پر نہیں بلکہ ہر قباحت کی حقیقت تک پہنچ کر اس کے استیصال کی کوشش کی جانی چاہیئے۔ تاکہ منع کرنے والوں کو پتہ چل جائے کہ قباحت ہے کیا۔ مثلاً مہندی کی رسم ہے۔ فی ذاتہ اس میں قباحت نہیں کہ اس موقعہ پر بچی کی سہیلیاں اکٹھی ہوں اور خوشی منائیں۔ طبعی اظہار تک اس کو رکھا جائے تو اس میں حرج نہیں لیکن اگر اس کو رسم بنا لیا جائے کہ باہر سے دولہا والے ضرور مہندی لے کر چلیں تو ظاہر ہے کہ اس میں ضرور تصنع پایا جاتا ہے۔ بچی کی مہندی گھر پر ہی تیار ہونی چاہیئے اس کے لئے ایک چھوٹی سی بارات بنانے کا رواج قباحتیں پیدا کرے گا۔ اس موقعہ پر دولہا والوں کی طرف سے باقاعدہ ایک وفد بنا کر حاضر ہونا اور اس موقعہ پر اس کے لوازمات کے طور پر پُرتکلف کھانے وغیرہ وغیرہ یہ جب ایک رسم بن جائے تو سوسائٹی پر بوجھ بن جاتا ہے اور " وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ " کی رُوح کے منافی ہو جاتا ہے۔ اس بارہ میں بھی دوبارہ سادگی کی طرف لوٹنا ضروری ہے۔ لیکن اچھی روح یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی روح ہی پیش نظر رہے۔ اور جیسا کہ کمیٹی نے تجویز کی شق نمبر، کے حوالے سے سفارش کی ہے۔ اس میں تادیبی رنگ نہ ہو بلکہ تربیتی رنگ ہو لیکن بار بار ہو۔ نصیحت اگر ایک دفعہ اثر نہیں کرتی تو پھر کی جائے اور پھر کی جائے حتّٰی کہ ذَكِّرْ کا مضمون جاری ہو جائے اور " إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرٰى " کا نتیجہ ظاہر ہونے لگے۔

جو قباحتیں راہ پکڑ رہی ہیں ان میں سے ایک بے پردگی کا عام رجحان بھی ہے جو یقیناً احکام شریعت کی حدود پھلانگنے کے قریب ہو چکا ہے اور شادی والوں کی اس معاملہ میں بے حسی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ معزز مہمانوں میں بہت سی حیاء دار پردہ دار بیبیاں ہوتی ہیں۔ بے دھڑک انٹ سنٹ فوٹو گرافروں یا غیر ذمہ دار اور غیر محرم مردوں کو بلا کر تصویریں کھنچوانا اور یہ پرواہ نہ کرنا کہ یہ معاملہ صرف خاندان کے قریبی حلقے تک ہی محدود

ہے۔ اس بارہ میں واضح طور پر بار بار نصیحت ہونی چاہیئے کہ آپ نے اگر اندرون خانہ کوئی ڈیڈیو وغیرہ بنانی ہے تو پہلے مہمانوں کو متنبہ کر دیا جائے اور صرف محدود خاندانی دائرے میں ہی شوق پورے کئے جائیں۔

بیہودہ گانوں کا رجحان بھی انہی قباحتوں میں سے ہے۔ بیہودہ گانوں میں "سیٹھنیاں وبنیں" بھی شامل ہیں جو مزاح سے بڑھ کر بدتمیزی اور گالی گلوچ اور کھلم کھلا تذلیل کی حد تک پہنچ جاتی ہیں۔ ایسی بیہودگیوں کی بجائے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظموں کو رواج دینا اور اسی طرح دوسرے صاف ستھرے کلام کا ذوق پیدا کرنا چاہیئے۔ جماعت میں اور دراصل لجنہ میں اس مضمون پر بھی ایک سوچ اور فکر کے حلقے قائم ہونے چاہئیں کہ خوشی کے اظہار کے ایسے طریق بھی تو سوچے جائیں اور بنائے جائیں جو صاف ستھرے اور پاک ہوں اور مجلسِ عزاء اور مجلسِ شادی میں فرق نمایاں دکھائی دینے لگے۔ صرف راہیں بند کرنا تو کافی نہیں۔ بہتر اچھی اور صحت مند راہیں تجویز کرنا بھی تو ضروری ہے۔ جس سے طبیعتوں پر اچھا اثر پڑے اور محفلیں یادگار بنیں۔ لیکن بدی کی طرف جھکاؤ کے بغیر تاکہ بوریت کی بجائے فرحت پیدا ہو اور دیکھنے والے بھی گہرے نیک تأثر لے کر لوٹیں۔ جماعت نقالی کرنے والی نہ ہو بلکہ جماعت کی نقالی کی جانے لگے۔ یہ جو ہدایات ہیں ان کا تجویز کی شق نمبر ۱ تا نمبر ۱۱ پر آپ کی سفارشات سے تعلق ہے۔

جہاں تک بد رسوم کا تعلق ہے اس بارہ میں پہلے تو کثرت سے ان کی نشاندہی کرنا اور ان کا تجزیہ کرنا اور سمجھانا ضروری ہے کہ کیوں یہ رسوم بد ہیں تاکہ جماعت پر عمومی حجت تمام ہو جائے۔ بعد میں چند ماہ کی کوشش اور محنت کے بعد پھر یہ تنبیہ بھی ہو جائے کہ اگر کوئی احمدی خاندان بد رسوم سے چمٹنے پر اصرار کرے گا تو پھر اس بات کے لئے ذہنی طور پر اسے تیار رہنا چاہیئے کہ احتجاجاً کم از کم جماعت کے ذمہ دار احباب اور عہدیدار وغیرہ اجازت لے کر اس تقریب سے الگ ہو جائیں۔ مراد یہ نہیں کہ وہاں کوئی ہنگامہ کر کے الگ ہوں، بلکہ دلی معذرت کے ساتھ علیحدگی میں اپنی مجبوری پیش کر کے اجازت لینی شروع کر دیں۔ لیکن اس کے متعلق پہلے بتانا ضروری ہے کہ اگر باز نہ آئے تو پھر ایسا ہو گا۔

غرباء کی شادیوں سے متعلق یہاں میں نے جو بعض حل تجویز کئے ہیں۔ ضروری نہیں کہ یہ بعینہٖ ہر جگہ نافذ العمل ہوں یا نافذ ہوں۔ کئی مختلف صورتیں ہیں جن کو ملحوظ رکھ کر بہت حد تک ان پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ یہ سوچ فی ذاتہٖ محلِ نظر ہے کہ سب غرباء امیروں کی شادیوں پر رخصتانے کے موقعہ پر تواضع پیش کرنے سے احساس کمتری میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اوّل تو بڑی تعداد میں ایسے غرباء ہیں جن کو علم ہی نہیں کہ امیروں کے ہاں کیا ہوتا ہے۔ اگر وہ رخصتانے کے موقعہ پر احساسِ کمتری کا شکار ہوتے ہیں تو روزمرّہ کے رہن سہن پر بھی تو یہی صورتحال اطلاق پاتی ہے۔ صرف بیاہ شادی کے ہی نہیں غمی کے اور بیماری کے حالات بھی تو گزرتے

ہیں۔ پھر دیکھے ہیں۔ جو مشکل ان میں پیش آتی ہے اس کا بھی تو حل ہونا چاہیئے۔ غریب صرف لڑکیوں والے ہی تو نہیں ہوتے لڑکے والے بھی ہوتے ہیں۔ ایک بہت وسیع مسئلے کا اتنا مختصر حل تجویز کر دینا ہرگز کافی نہیں ہے رخصتانہ کے موقعہ پر تواضع کرنے کے کچھ فوائد بھی تو تھے جن سے غریب محروم رہ گئے۔ مجھے یاد ہے قادیان میں رخصتانے پر کثرت سے غرباء کو بھی دعوت دی جاتی تھی اور بارہا ان کے لئے مواقع مہیا ہوتے تھے کہ وہ بھی بارہا اچھا کھانا کھا سکیں یا اچھی چائے وغیرہ میں شامل ہو سکیں۔ بارہا ان کو نسبتاً متمول لوگوں کی شادیوں میں شامل ہو کر ساتھ بیٹھنے کا موقعہ ملتا تھا اور جب ہم متمول کہتے ہیں تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ بہت امیر۔ یہ نسبتی بات ہے۔ درمیانے درجہ کے متوسط حال احمدی بھی جب رخصتانے کیا کرتے تھے تو چائے کے ساتھ تواضع پیش کیا کرتے تھے۔ جن میں غریب بھی بڑے شوق سے شامل ہوتے تھے۔ ایسے مواقع سے وہ محروم ہوئے تو یہ بھی سوسائٹی کا ایک نقصان ہے۔ یہ طرزِ فکر بھی درست نہیں کہ غریب کی شادی پر اس پر غیر معمولی بوجھ پڑتا ہے۔ تواضع ہمیشہ نسبتی چیز ہوا کرتی ہے۔ قادیان ہی میں مجھے یاد ہے کہ بعض غرباء محض چائے کی ایک پیالی اور ساتھ معمولی مٹھائی یا پکوڑے وغیرہ پیش کر دیا کرتے تھے اور امیر جو ان شادیوں میں شامل ہوتے تھے اس شمولیت کے نتیجہ میں ان کو غریب بھائیوں کی ضرورتوں کا پہلے سے بڑھ کر احساس ہوتا تھا۔ اور مخفی ہاتھ سے ان کی مدد کی جاتی تھی پس یہ بھی لازم نہیں ہے کہ جماعتوں میں غریبوں کی شادیوں پر پُرتکلف اخراجات کرنے کا سامان کیا جائے۔ ہر غریب یہ قبول بھی نہیں کرے گا کہ اس کی کھلم کھلا مدد ہو۔ بہت سے غریبوں میں بھی بڑے عزت دار لوگ ہوتے ہیں جو اگر کچھ نہ بھی کریں تو کسی احساسِ کمتری میں مبتلا نہیں ہوتے اور عزت کے ساتھ سر بلندی سے اپنی بچی کو رخصت کرتے ہیں۔ درحقیقت تو یہی بنیادی اعلیٰ انسانی قدر ہے جسے فروغ دینے کی ضرورت ہے سادگی ضروری نہیں کہ امیروں کی سادگی کو دیکھ کر ہی قبول کی جائے۔ جو سادگی سنتِ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے نصیب ہوتی ہے۔ اس میں استغناء پایا جاتا ہے۔ قناعت پائی جاتی ہے۔ عزتِ نفس پائی جاتی ہے۔ اس کی ایک بہت ہی پاکیزہ مثال میرے علم میں مولوی محمد منور صاحب کا وہ مضمون پڑھ کر سامنے آئی جو انہوں نے اپنی مرحومہ بیگم کی یاد میں لکھا ہے۔ کس طرح ان کی شادیاں ہوئیں بے حد سادگی کے باوجود عزتِ نفس پر ایک ادنیٰ بھی داغ نہیں لگا بلکہ ساری زندگی پُروقار گزری۔ پس یہ سوچ دماغوں پر غالب ہو جانا کہ امیر کی شادی دیکھ کر غریب جلتے رہیں گے اور ان کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ اسلامی سوچ نہیں ہے۔ ہاں اذہان اور قلوب میں مخفی اشتراکیت کے جراثیم سے پیدا ہوتی ہے۔ ہمیں تو لمبی اور مسلسل محنت کے ساتھ جماعت کو حقیقی عزتِ نفس اور وقار عطا کرنا ہے۔ پس بیاہ شادی کے سلسلہ میں اگر غریب بھائیوں کی مدد کرتی ہے تو ایک رسمی رواج کی صورت میں اس کو فروغ دینا نقصان پہنچا سکتا ہے۔

لیکن احساس کو زندہ رکھنا اور امیروں میں اور متموّل لوگوں میں مسلسل نصیحت کے ذریعہ اس رجحان کو تقویت دینا کہ جو نعمتیں اور خوشیاں خدا تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہیں وہ ان میں سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ حصہ اپنے کمزور بھائیوں کو اس طرح پیش کریں کہ ان کی آنکھیں اس کے نتیجہ میں جھکیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہوں۔ قرآن کریم نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے جو اسلوب بیان فرمائے ہیں ان میں یہ بھی نصیحت ہے کہ وہ چیز پیش نہ کرو کہ اگر تمہیں دی جائے تو تمہاری آنکھیں شرم سے جھک جائیں۔ اس میں اگرچہ بظاہر چیز کی طرف اشارہ ہے لیکن میرے نزدیک اس کا مضمون زیادہ وسیع ہے اور چیز پیش کرنے کی طرز بھی اس میں شامل ہے۔ بعض لوگ اچھی چیزیں بھی اس طرح پیش کرتے ہیں کہ لینے والے کا دل سخت شرمندگی محسوس کرتا ہے جبکہ بعض لوگ معمولی چیزیں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ دل کسی قسم کی خجالت محسوس کرنے کی بجائے پیش کرنے والے کیلئے گہری محبت محسوس کرتا ہے قرآن کریم نے جو مضمون بیان کیا ہے اس میں پیش کی جانے والی چیز کے لوازمات اور ماحول بھی شامل ہے۔

پس قرآنی تعلیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآنی اخلاق کو زندہ کرنا ہمارا فرض ہے۔ غریبوں کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ جو کچھ انہیں توفیق ہے اس کے مطابق کریں اور ہرگز شرمائیں نہیں۔ اور امیروں کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ ریاء کاری اور شیطان کے رنگ میں پُر تکلف اخراجات سے پرہیز کریں۔ اپنی تقاریب میں میانہ روی اور وقار اختیار کریں اور مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ - کے تابع ہر نوع کی جو خوشی ہو اس میں اپنے کمزور بھائیوں کا حصہ رکھیں لیکن جس حد تک ممکن ہو مخفی ہاتھ سے اور عزّتِ نفس کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

آخر پر اس سوال سے متعلق کچھ کہہ کر اس تبصرے کو ختم کرتا ہوں کہ غریبوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اور امیروں کی کم ہے اس صورت میں چند امیر سب غریبوں کے بوجھ کیسے اُٹھا سکیں گے؟

اوّل تو امارت اور غربت کی تقسیم اس طرح برابر نہیں ہے کہ ہر شہر، ہر قصبے اور ہر علاقے میں چند بہت امیر اور چند بہت غریب ہوں۔ یہ نسبتی چیزیں ہیں۔ بعض اضلاع، بعض شہر اور بعض علاقوں کے علاقے غریب ہیں۔ اور عرفِ عام میں جسے امیر کہا جاتا ہے وہ وہاں نہیں ہیں یا فرق بھی ہیں تو معمولی معمولی ہیں۔ وہاں یہی تعلیم افصح اور ابلغ ہے یعنی اقتضائے حال کے مطابق ہے کہ ساری سوسائٹی میں یہ مزاج پیدا کیا جائے کہ جتنی توفیق ہے، اس کے مطابق ضرورتیں پوری کی جائیں اور عملاً یہی ہوتا ہے۔ اگر ڈیرہ غازی خاں کی جماعتیں ہیں تو رخصتانے کے وقت چند کھجوریں پیش کرنا ایک عمدہ تواضع ہے۔ نسبتاً امیر لوگ زیادہ دوستوں کو بلاتے ہیں اور نسبتاً غریب کم کو لیکن معمولی خاطر مدارت حسبِ توفیق ہر شخص کو کچھ نہ کچھ میسر آ ہی جاتی ہے لیکن شہری علاقوں میں غریبوں اور امیروں کی نسبت مختلف ہوتی ہے۔ اکثر متوسط یا نچلے درجے کا متوسط طبقہ ہوتا ہے لیکن جو بہت غریب ہیں اور مدد قبول کرنے کے ضرورت مند ہیں اور مزاج کے لحاظ سے اس طرف مائل بھی ہیں، ان کی تعداد اتنی زیادہ

نہیں کہ سنبھالی نہ جاسکے لیکن اگر ہو بھی تو آخری صورت تو بہرحال یہی ہے جو ہمیں لازماً اپنانی ہوگی کہ غربت کو ہرگز باعثِ ذلّت نہ سمجھا جائے اور عظمتِ کردار اور نیکی کے باعثِ عزّت ہونے کا احساس دلوں میں اور ذہنوں میں جاگزیں کیا جائے۔ محلے داروں کا کام ہے کہ غریبوں کو سمجھائیں کہ تم بیشک کچھ بھی پیش نہ کرو ہم تمہاری شادیوں میں شامل ہوں گے اور عزّت کے ساتھ بچی کو رخصت کریں گے۔ پھر انہیں توفیق ہو تو بے شک کچھ خرچ کر دیں ورنہ ان کی شمولیت ہی غرباء کی عزّت کا موجب بن سکتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہاں ممکن ہو لجنہ کی مدد سے کچھ خواتین شادی والے گھروں میں پہلے پہنچ کر صفائیاں کریں اور سادگی سے جو کچھ سجاوٹ ممکن ہو اس کی تیاری میں ان کی راہنمائی اور مدد کریں اور اگر دیں ان کے لئے سادگی سے کچھ پکوڑے یا شکر پارے وغیرہ معمولی قیمت کی مٹھائی تیار کر دی جائے تو یہ ایسا بوجھ نہیں ہے کہ جسے قصباتی اور شہری جماعتیں برداشت نہ کر سکیں۔ لیکن جس چیز کی کمی محسوس کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ امیر لوگ غرباء کی حالت سے اس طرح باخبر نہیں ہیں جس طرح دادیاں میں ہوا کرتے تھے۔ نظامِ جماعت کو چاہیئے کہ امیروں کو یاد دہانی کراتے رہا کریں اور ارد گرد جہاں کوئی شادی نظر آئے کوشش کریں کہ بعض امیر خاندانوں کے بچے بچیاں اس میں ضرور شامل ہوں۔ کچھ دیں یا نہ دیں۔ یہ بات خارج از بحث ہے۔ ان کی شمولیت ہی غریب کی دلداری کا موجب بنے گی۔ اور ان کی اصلاحِ نفس کا ذریعہ۔ اسی طرح صرف رخصتانوں پر ہی نہیں ولیموں کے موقعہ پر بھی تو یہی کارروائیاں ضروری ہیں۔ رخصتانے کی تواضع بند کرا کر یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ ہم نے اپنی ذمّہ داری کو پورا کر دیا۔ ولیمہ تو فرض ہے۔ اس طرف بھی تو نگاہ رکھنی چاہیئے۔ جس طرح ولیمہ کا فرض چند آدمیوں کو طعام پیش کر کے پورا ہو سکتا ہے ایسے ہی رخصتانہ پر کیوں نہیں ہو سکتا۔ نیز ولیمہ کے وقت رخصتانے کی نسبت زیادہ اخراجات اٹھنے کا احتمال اور امکان ہوتا ہے۔ اس لئے ولیموں کے موقعہ پر بھی ان امور کی طرف توجہ دینی ضروری ہے۔ بہرحال اگر جماعت کی نگاہیں ہمیشہ اس پر مرکوز رہیں اور تقویٰ کے ساتھ جماعت ان معاملات میں کارروائی کرے تو پاکیزہ معاشرتی ماحول میں تمام تمدّنی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

پس تواضع کے پیچھے اتنا پڑنے کی بجائے بیہودہ رسم و رواج۔ دکھاوے اور نمائشیں اور تبذیر کے خلاف جہاد کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں مکرم مولوی محمد منور صاحب کی کتاب ”ایک نیک بی بی کی یادیں“ ایک اچھی چیز ہے جس کو بیاہ شادی کے موقعہ پر عام کرنا چاہیئے۔ یہ کتاب امیروں کو بھی اور غریبوں کو بھی پڑھانی چاہیئے تاکہ انہیں علم ہو کہ یہ بھی شادی کا ایک طریق ہے۔ اس سے ان کی نفسیاتی اصلاح ہوگی اور بہت سی رسم و رواج کے ازالے کی طرف توجہ پیدا ہوگی اور سچی عزّتِ نفس اور وقار کا مضمون سمجھ آئے گا۔

آپ کی رپورٹ اور سفارشات کے ساتھ سٹینڈنگ کمیٹی کے دو ممبران مکرم احمد عمران صاحب آف

راولپنڈی اور مکرم چوہدری مبارک احمد صاحب بیرسٹر آف کراچی کی طرف سے الگ الگ اختلافی نوٹ بھی موصول ہوئے ہیں۔ مکرم عمران صاحب کا نوٹ تو غیر واضح ہے۔ پہلی ہی دلیل میں وہ اپنی اوپر کہی ہوئی بات کے برعکس بات آخر پہ کہہ رہے ہیں اور نہایت واضح سفارشات میں خواہ مخواہ الجھاؤ پیدا کر رہے ہیں۔

جہاں تک مکرم چوہدری مبارک احمد صاحب بیرسٹر کے اختلافی نوٹ پر تبصرہ کا معاملہ ہے ان کی یہ دلیل ہی ناقابل قبول ہے کہ "...... اس پابندی کا بنیادی مقصد غرباء کو تکلیف مالا یطاق سے بچانا ہے۔" انہوں نے پہلے بھی مشاورت میں تقریر کی تھی۔ اس میں بھی اسی قسم کا استدلال تھا۔ جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ صرف خلط مبحث ہے۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں باقاعدہ رخصتانہ کے موقعہ پر تقریب منائی جاتی تھی اس وقت تک یہ کہنا کہ کچھ کھانا وغیرہ پیش نہیں کیا جاتا تھا ایک بالکل بے محل بات ہے۔ مہمانوں کی عزت اور تکریم اور ان کی خدمت میں کچھ ماکولات پیش کرنا، اس کو غیر شرعی قرار دینا درست نہیں۔ چوہدری مبارک احمد صاحب کی سوچ کا رُخ بالکل اور نتائج پیدا کرے گا جو انہوں نے تقریباً بات سمجھنے کے باوجود نظر انداز کر دیئے ہیں۔ یہ استدلال صرف اس حد تک محدود رہے گا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ میں بعض دفعہ لڑکی کے والد ہی لڑکی کو خود چھوڑ آیا کرتے تھے اور دعوت پہ لوگوں کو بلانے کا کوئی عمل ثابت نہیں تو پھر رخصتانے کی تقریب ہی ناجائز ہے اور اس پر پابندی ہو جانی چاہیئے۔ لیکن اس کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دینا کہ موجودہ حالات کے تقاضوں کے مطابق ہے اور پھر یہ دلیل دینا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ میں کسی قسم کی تقریب یا ماکولات وغیرہ پیش نہیں کئے جاتے تھے ایک ایسی بات ہے جس کی بنیاد پہلے قدموں کے نیچے سے نکال دی گئی اور پھر نتیجہ نکالا گیا۔

پس ایک دفعہ پھر یہ ثابت کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس بات کے قطعی شواہد مل جائیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ میں اسی طرح تقریب ہُوا کرتی تھی جیسی اب عالم اسلام میں رائج ہو چکی ہے اور (دوسری بعض قوموں میں نہیں) اس کے باوجود مہمانوں کو کچھ مشروبات یا ماکولات پیش کرنا مکروہ یا ممنوع سمجھا جاتا تھا تو پھر یہ اجازت دینا نظام جماعت کے اختیار میں ہی نہیں اور ایک مضبوط شرعی مانع ہمارے سامنے آجائے گا۔ میرے علم میں ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی بلکہ رواج ہی مختلف تھا۔ پس اگر اس بات کو محل نظر بنایا گیا کہ چونکہ اس زمانہ میں رخصتانے کی تقریب کا رواج ہی کوئی نہیں تھا اس لئے اس کو غیر شرعی ٹھہرایا جائے تو بات یہیں نہیں ٹھہرے گی بلکہ حجۃ اللہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے رفقاء کے مؤقف کو بھی نعوذ باللہ غیر شرعی قرار دینا پڑے گا۔ پس جب تک شریعت کے معاملات پر گہری نظر نہ ہو تو بلا وجہ شرعی دلائل تلاش کرنا اور یہ نہ سوچنا کہ اس کے کیسے کیسے خطرناک نتائج نکل سکتے

ہیں ایک محفوظ اندازِ فکر نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ میں تو غرباء اپنی توفیق کے مطابق خدمت کرتے تھے اور انہیں کوئی احساسِ کمتری نہیں تھا۔ یہ کس نے کہا کہ غریب آدمی امیروں کی برابری کرتے ہوئے ویسی ہی مہمانداری کرے۔ غریبوں کی ہزاروں شادیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے متعلق امیروں کو ہوا بھی نہیں لگتی کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور یہ لوگ کن مشکلات میں مبتلا ہیں۔ اس لئے یا تو رخصتانہ کے رواج کو ہی کلیۃً ختم کر دیا جائے ورنہ اکرامِ ضیف کو ... معاشرہ میں جو ایک مستقل شرعی حیثیت حاصل ہے اس کا تکلفات اور دکھاوے سے پاک رکھنا تو ہمارا کام ہے۔ کالعدم کر دینا ہمارا کام نہیں۔ پھر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ امیر لوگ اپنی بچیوں کو اسی طرح دو جوڑے دیں اور معمولی جہیز دیں جس طرح غریب دیتے ہیں۔ اس طرح کی سوچوں سے تو پھر دلیل بہت لمبی ہوتی چلی جائے گی۔ (دین حق) صرف عجز و انکسار اور فروتنی ہی نہیں سکھاتا بلکہ استغناء۔ قناعت اور صبر و رضا بھی عطا فرماتا ہے۔ بہرحال اس قسم کی سوچیں بھی جماعت میں ہیں۔ ان کو سننا اور غور کرنا ہمارا فرض ہے لیکن ساتھ ہی ان کی غلط فہمیوں کی نشاندہی کرنا بھی ضروری ہے۔

بہرحال کمیٹی غور و فکر کے بعد جس نتیجہ پر پہنچی ہے اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ بعینہٖ یہی میرا منشاء تھا جو میں آپ سے سننا چاہتا تھا۔ کمیٹی کی ساری سفارشات ہی بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ تعجب ہے کہ ان میں مذکور دوسری باتوں سے تو صرفِ نظر ہو رہا ہے اور دیکھنے والوں کو صرف کھانا نظر آ رہا ہے۔ کمیٹی کی سفارشات میرے اس تبصرہ کے تابع اور اس کی حدود میں منظور ہیں۔ ان پر عملدرآمد کے سلسلہ میں باقاعدہ ایک مہم چلانی چاہیئے۔ بہتر ہو کہ شادی بیاہ سے کچھ عرصہ پہلے ان مختصر سی نصائح کو چھپوا کر رشتہ شادی میں منسلک ہونے والے خاندانوں کو بھجوا دیا جائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور قدم قدم پر راہنمائی اور نصرت فرمائے۔ اللہ آپ کو (دین حق) کے اعلیٰ اخلاق کی سچی روح کی حفاظت اور بقاء کے لئے مقبول خدمات کی توفیق بخشے۔

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

رپورٹ سٹینڈنگ کمیٹی بابت رسومات شادی بیاہ

مجلس شوریٰ ۱۹۹۰ء میں ایجنڈا کی تجویز نمبر ۱ پر سب کمیٹی کی سفارش مجلس شوریٰ میں پیش ہوئی جس پر چونتیس (۳۴) نمائندگان نے بحث میں حصہ لیا۔ مجلس شوریٰ نے بالآخر امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی کی مندرجہ ذیل ترمیم متفقہ طور پر منظور کی:-

"اراکین شوریٰ کی آراء سننے کے بعد مجلس شوریٰ یہ محسوس کرتی ہے کہ سب کمیٹی کی رپورٹ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے اٹھائے گئے تمام نکات کا احاطہ نہیں کیا گیا اور اس بارہ میں جماعت احمدیہ عالمگیر کے اجتماعی شعور اور زمانے کے معاشرتی دباؤ میں توازن پیدا کرنے کا معاملہ نسبتاً زیادہ تفصیلی غور و خوض اور تجزیہ کا تقاضا کرتا ہے۔ لہٰذا مجلس شوریٰ حضور کی خدمت میں یہ سفارش کرتی ہے کہ اگر حضور پسند فرمائیں تو ایجنڈا کی تجویز نمبر ۱ کی اہمیت کے پیش نظر ایک سٹینڈنگ سب کمیٹی مقرر فرما دیں جو حضور کی طرف سے اٹھائے گئے جملہ امور پر تفصیلی غور کر کے چھ ماہ کے اندر حضور کی خدمت میں رپورٹ پیش کرے۔"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ترمیم منظور فرمائی اور سٹینڈنگ کمیٹی کے بارہ میں تحریک جدید، صدر انجمن احمدیہ اور وقف جدید سے معین مشورہ طلب فرمایا۔ چنانچہ مشورہ اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے مندرجہ ذیل اراکین پر مشتمل سٹینڈنگ کمیٹی تشکیل دی گئی اور خاکسار مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی کو سٹینڈنگ کمیٹی کا صدر مقرر فرمایا گیا۔

۱۔	خاکسار مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ	صدر کمیٹی
۲۔	مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور	سیکرٹری
۳۔	، مرزا غلام احمد صاحب	ممبر
۴۔	، نواب منصور احمد خاں صاحب	״
۵۔	، جمیل الرحمٰن صاحب رفیق	״
۶۔	، اللہ بخش صاحب صادق	״
۷۔	نمائندہ مجلس انصار اللہ پاکستان	״
۸۔	، ، خدام الاحمدیہ پاکستان	״

۹۔ نمائندہ لجنہ اماءِ اللہ پاکستان ممبر
۱۰۔ مکرم امیر صاحب صوبہ سرحد "
۱۱۔ نمائندہ جماعتِ احمدیہ کراچی مکرم بیرسٹر مبارک احمد صاحب "
۱۲۔ مکرم امیر صاحب ضلع گجرات "
۱۳۔ " چوہدری ناصر احمد صاحب باجوہ امیر جماعت داتا زیدکا "
۱۴۔ " عمران احمد صاحب ولد مکرم عبدالمنان ناہید صاحب راولپنڈی "

کمیٹی کے کل پانچ اجلاس خاکسار کی زیرِ صدارت منعقد ہوئے۔ اوّلاً جملہ اراکین کی سہولت اور زیرِ غور تجویز کے مختلف پہلوؤں پر غور، تحقیق اور راہنمائی کے لئے نظارت اصلاح وارشاد نے بنیادی مواد مہیا کیا اور مندرجہ ذیل مواد تمام اراکین کو مطالعہ کے لئے فراہم کیا گیا۔

۱۔ رپورٹ مجلس مشاورت منعقدہ ۳، ۴، ۵۔ اپریل ۱۹۴۲ء۔
۲۔ خطبہ جمعہ فرمودہ سیدّنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ ۱۶۔ دسمبر ۱۹۸۳ء۔
۳۔ کیسٹ نمبر ۱۰ مجلس سوال وجواب، حضرت خلیفۃ المسیح ایدہُ اللہ تعالیٰ بابت رسومات شادی بیاہ۔
۴۔ خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہُ اللہ ۱۹۶۷ء۔
۵۔ خطبہ نکاح "از خطباتِ محمودؔ" مطبوعہ الفضل یکم دسمبر ۱۹۶۰ء۔
۶۔ فوٹو سٹیٹ نقل چٹھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنام مکرم ظہور احمد صاحب جنرل سیکرٹری جماعتِ احمدیہ واہ کینٹ۔
۷۔ تقریر حضرت مصلح موعود۔ بر موقع شادی محترم سیدّ داؤد احمد صاحب۔ مطبوعہ الفضل مورخہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء۔
۸۔ رپورٹ مجلس مشاورت ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - مارچ ۱۹۶۳ء۔
۹۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بابت شادی حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت زینب بنت جحشؓ، حضرت عائشہؓ۔
۱۰۔ کیسٹ نمبر ۹ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز۔
۱۱۔ خطبہ نکاح فرمودہ حضرت مصلح موعود مطبوعہ الفضل ۲۱۔ اگست ۱۹۶۰ء۔
۱۲۔ خطبہ نکاح فرمودہ حضرت مصلح موعود۔ مطبوعہ الفضل ۸۔ دسمبر ۱۹۶۰ء۔
۱۳۔ الفضل مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۲۲ء۔ بابت تقریب رخصتانہ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ۔

۱۴۔ ضمیمہ ماہنامہ خالد۔ ربوہ فروری ۱۹۸۸ء

جملہ اراکین نے اپنے طور پر اس تمام لٹریچر کا مطالعہ کیا اور اگلے اجلاس میں اراکین نے فرداً فرداً اپنی رائے کا تفصیلی اظہار کیا۔ اور صدر کمیٹی نے مجلس مشاورت ۱۹۹۰ء کے ایجنڈا کی تجویز نمبر ا کی شق نمبر ا تا نمبر ۱۱ پر جملہ اراکین کی رائے معین طور پر حاصل کی اور اجتماعی تبادلہ خیالات بھی کیا گیا۔ تبادلہ خیال کے دوران (آئمہ) سلسلہ کے مندرجہ ذیل ارشادات اراکین کے پیش نظر رہے۔ جو نظارت کے مہیا کردہ لٹریچر میں سے اخذ کئے گئے ہیں اور جن سے مسئلہ کی حقیقی شکل ابھر کر سامنے آئی۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ

”یہ معاشرتی مسائل ہیں جو بعض خاص زمانے یا وقتی صورت حال سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بعض مصلحتوں کی بناء پر ایسے اقدامات کئے جاسکتے ہیں۔“

نیز فرمایا:۔

”کھانے میں توازن رکھا جائے اور افراط و تفریط کی بجائے درمیانی راستہ اختیار کیا جائے تو نظام کو ایسے معاملات میں دخل دینے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔

(ضمیمہ ماہنامہ خالد ربوہ۔ فروری ۱۹۸۸ء)

۱۹۴۲ء کی مجلس شوریٰ کے موقع پر جب یہ پابندیاں زیر بحث تھیں تو حضرت مصلح موعود نے فرمایا:۔

”شادی بیاہ کی رسوم یا دوسری رسوم ایسا نازک اور اہم سوال ہے جو کسی زندہ جماعت کی دائمی توجہ کا مستحق ہے۔“

نیز فرمایا:۔

”(دین حق) کی تعلیم میں جہاں بعض چیزوں کو حلال قرار دیا گیا ہے وہاں بھی بعض حد بندیاں لگائی ہیں۔“

چنانچہ شادی بیاہ کے بارے میں جو پابندیاں عائد کی جارہی تھیں ان کے بارے میں اصولی راہنمائی فرمائی کہ:۔

”مجھ پر یہ اثر ہے کہ اس بارے میں ہماری جماعت میں زیادہ اسراف ہو رہا ہے۔ ہم جو قانون بناتے ہیں یہ دائمی نہیں ہیں آئندہ نسل اگر چاہے تو ان کو بدل بھی سکتی ہے۔ اس وقت ہم جو قانون بناتے ہیں اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ ہمارے اندر ایک بدی آرہی ہے اسے روکنے کی کوشش کی جائے لیکن اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ ایسے قوانین ہمیشہ وقتی بنائے جاتے

ہیں۔ ہم کوئی نئی شریعت بنانے کے مجاز نہیں ہیں۔ یہ حق ہمیں ہے کہ عارضی طور پر کوئی پابندی لگا دیں مگر یہ نہیں کوئی نئی شریعت بنائیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پانچ دس سال بعد وہی حد بندی پھر قائم کر دیں۔ پس ہم کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتے کہ شادی بیاہ پر اتنی ہی رقم خرچ کی جائے یا ضرور اتنے ہی مہمان مدعو کئے جائیں۔ ہاں نمائش اور ریا سے روک سکتے ہیں اور اس پر پابندیاں لگا سکتے ہیں۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بد رسوم کے بارے میں جو پُر معارف خطبہ ۱۶۔ دسمبر ۱۹۸۳ء کو ارشاد فرمایا اس میں بھی مسئلہ کے کئی پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے اور کئی راہنما اصول ان سے مستنبط ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:۔

"اگر کوئی چیز حلال بھی ہو اور طیب بھی ہو مگر جب وہ قوم پر بوجھ بننے لگے تو بوجھ بننے کی وجہ سے اُسے اُتارا جاتا ہے۔"

نیز فرمایا:۔

"خوشی انسان کو طبعاً دعوتوں پہ آمادہ کرتی ہے۔ خوشی طبعی طور پر مٹھائی تقسیم کرنے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ ہم اپنی خوشی میں دوسروں کو شریک کریں۔"

پھر فرمایا:۔

"خوشی کے طبعی اظہار سے ممانعت نہیں مگر جب یہ رسمیں بن جائیں، قوم کے لئے بوجھ بن جائیں تو پھر انہیں منع کیا جائے گا۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ ارشاد بھی پیش نظر رہا کہ:۔

"عموماً جب اجازتیں دی جاتی ہیں یا بعض باتوں سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے تو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ پھر لوگ آگے قدم بڑھاتے ہیں اور سرک سرک کر پھر اس مقام تک پہنچنے لگتے ہیں۔ کہ اس کے نتیجے میں باقیوں کو بھی اس سہولت سے محروم کرنا پڑتا ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا سوال و جواب کا کیسٹ نمبر بھی اراکین مجلس کے پیش نظر رہا۔ بالخصوص حضور کا یہ ارشاد کہ:۔

"اگر آپ حد اعتدال میں بعض خود بخود DEVELOP ہونے والی چیزوں کو رکھیں گے تو میرے نزدیک اعتراض نہیں ہوگا۔ جب کسی حکم کو DEFEAT کرنے کی خاطر بہانے بنا کر مثلاً اس دن عقیقہ رکھ لیا ہے۔ اس دن ہم نے فلاں کام رکھ لیا ہے تو پھر رفتہ رفتہ نظام کو دخل دینا پڑے گا۔"

غیر احمدیوں کے ساتھ تعلقات کے ضمن میں حضور نے فرمایا:۔
"ایسے موقعہ پر مجبور بعض لوگ ہوجاتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ کرتے ہیں۔ اگر وہ اعتدال میں رہیں۔ تو نظام کچھ دیر آنکھیں بند کرتا ہے۔ جب وہ بڑھ جاتے ہیں تو نظام دخل بھی دے لیتا ہے۔"
واہ کینٹ کے جنرل سیکرٹری کو ایک خط میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:۔
"جبکہ باہر سے بارات آرہی ہو اگر لڑکی والوں کی طرف سے تکلف اور ریاکاری کے بغیر مقامی دوستوں کو بھی بلا لیا جائے تو یہ ایسا معاملہ نہیں کہ نظام جماعت کی طرف سے زیادہ سختی کی جائے۔ اس بارے میں غور کرکے مناسب ہدایات دے دینی چاہیئے۔"
نیز فرمایا:۔
"لیکن اس بات کو زیادہ رواج نہیں ملنا چاہیئے۔ اور اس میں اسراف، تکلف اور ریاکاری کا عنصر نہیں آنا چاہیئے۔"
محترم سید میر داؤد احمد صاحب کے نکاح کے موقعہ پر حضرت مصلح موعود نے فرمایا:۔
"ہم نے اس امر کی تحقیق نہیں کی کہ بارات دلہن والوں کے گھر آنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے......... اگر اس امر کی تحقیق کی جائے تو جو سنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہوگی اس پر عمل کریں گے......... لیکن جب تک ثابت نہیں ہوتا اس وقت تک ہم اپنے موجودہ رواج کے مطابق ہی عمل کرتے رہیں گے۔ ہمارے ملک میں باراتوں میں یہ رواج ہے کہ دلہن والے باراتیوں کی خاطر تواضع طعام وغیرہ سے کیا کرتے ہیں۔ اور ہماری جماعت کا تعامل بھی اسی پر تھا۔ لیکن ہم نے محسوس کیا کہ امراء کو اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی لیکن غرباء کو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اس لئے ہم نے اس رسم کو ترک کرنے کا حکم دیا۔"
ایجنڈا کی تجویز پر شق وار سب کمیٹی کی رائے اور سفارشات جو کثرت رائے سے منظور کی گئیں پیش خدمت ہیں:۔
۱۔ شق نمبر ۱ میں ایک راہنما اصول بیان کیا گیا ہے اور کمیٹی نے اس اصول کو اپنی سفارشات مرتب کرتے وقت پیش نظر رکھا ہے۔ کہ خوشی کے مواقع پر عائد کردہ پابندیاں وقتی حالات کے مطابق تو ٹھیک کہلا سکتی ہیں مگر ان کو شریعت کا گویا مستقل حصہ بنا لینا درست نہیں۔ حضرت مصلح موعود کے زمانہ میں جب یہ پابندیاں عائد کی جارہی تھیں اس وقت بھی حضور نے اس بات کی نشاندہی فرما دی تھی کہ آئندہ نسل اگر چاہے تو ان کو بدل بھی سکتی ہے۔
۲۔ شق نمبر ۲ اور نمبر ۳ کے بارے میں سب کمیٹی کی کثرت رائے یہ ہے کہ موجودہ دور میں جماعتی حالات میں

یہ تبدیلی واقعہ ہوئی ہے کہ جماعت سیاسی اور قانونی تبدیلیوں کی وجہ سے ایک حد تک الگ تھلگ ہو کر رہ گئی ہے اور اپنے ماحول میں نیک اثر کے نفوذ کے لئے، دوسروں سے میل جول بڑھانے کے لئے اجتماعی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ موجودہ قانون میں کچھ نرمی اور لچک پیدا کی جائے۔

۳۔ شق نمبر ۴، ۵، ۶ پر اجتماعی تبادلہ خیال کے دوران کثرتِ رائے یہ تھی کہ اس وقت عملاً رخصتانہ کے موقع پر مقامی احباب کے کھانے میں نہ شامل ہونے اور باہر سے آئی ہوئی بارات یا اُن کے ساتھ چند افراد کے کھانے میں شامل ہو جانے سے صورتِ حالات ایسی ابھر رہی ہے کہ حیلوں بہانوں سے نظام کے اطلاق سے گریز کا رجحان ایک حد تک ضرور پیدا ہو رہا ہے۔ اس امر پر بھی کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ بڑے شہروں میں دُور دُور سے آنے والے افراد کے لئے شادی میں شمولیت ایک آزمائش بن جاتی ہے۔ اگرچہ بعض ممبران کی رائے یہ تھی کہ اگر پروگرام حکمت اور ذہانت سے ترتیب دیئے جائیں۔ تو یہ مشکل بہت حد تک دُور ہو سکتی ہے۔ مگر عمومی رائے یہی پائی گئی کہ گو ربوہ میں جہاں اپنا ہی ماحول ہوتا ہے اور چھوٹے شہروں میں جہاں فاصلے حائل نہیں ہوتے۔ موجودہ طریق کار زیادہ تکلیف کا باعث نہیں ہوتا۔ مگر بڑے شہروں میں موجودہ طریق پر سختی سے عمل ہو تو دقت اور آزمائش کا باعث بن جاتا ہے۔ اور بہت سے لوگ اس دقت کے باعث شادیوں میں شامل نہیں ہو سکتے۔ جس سے اپنوں کے درمیان ایک طرح کی دُوری بھی پیدا ہوتی ہے۔ اس بارہ میں بھی تفصیل سے اظہارِ خیال کیا گیا۔ کہ موجودہ حالات میں شادی بیاہ کے مواقع غیروں کے ساتھ تعلقات اور رابطے بڑھانے میں ایک مؤثر اور مفید ذریعہ بن سکتے ہیں بشرطیکہ ہماری شادیاں رسومات سے پاک ہوں اور پاکیزگی کے ماحول اور سادگی کے حسن کی وجہ سے اپنے اندر مابہ الامتیاز رکھتی ہوں۔ غیروں سے میل جول، اُن کا رنگ اور اُن کا اثر قبول کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنا رنگ اُن پر چڑھانے اور ان کو اپنے زیرِ اثر لانے کی غرض سے ہونا چاہیئے۔ اس بات پر عمومی طور پر اتفاق رائے پایا گیا کہ رخصتانہ کے موقع پر محض کھانا دینا ہی ایک ایسا امر نہیں جس پر سارا زور صرف کر دیا جائے بلکہ اصل زور رسومات اور نمود و نمائش اور اسراف سے پرہیز ہونا چاہیئے۔ ورنہ کھانا اپنی ذات میں عرفاً یا شرعاً کوئی قباحت نہیں رکھتا۔ بلکہ خوشی کے جذبات کا ایک فطری اظہار اپنے اندر لئے ہوئے ہوتا ہے۔

۴۔ شق نمبر ۷ کے بارہ میں سب کمیٹی میں اس بات پر اتفاق رائے پایا گیا کہ جو بھی اقدامات تجویز ہوں اُن کی حیثیت ایک پُر زور مشورہ کی ہونی چاہیئے۔ سوائے اس کے کہ کوئی امر شرعی طور پر ناروا ہو۔ شرعاً غیر مناسب طرزِ عمل پر جماعتی تادیب اور ذریعہ اصلاح مؤثر طور پر استعمال ہونا چاہیئے۔

۵۔ شق نمبر ۸ تا ۱۱ کا تعلق سب کمیٹی کی طرف سے تجویز کی جانے والی سفارشات سے ہے۔ کمیٹی کثرت

یہ تبدیلی واقعہ ہوئی ہے کہ جماعت سیاسی اور قانونی تبدیلیوں کی وجہ سے ایک حد تک الگ تھلگ ہو کر رہ گئی ہے اور اپنے ماحول میں نیک اثر کے نفوذ کے لئے، دوسروں سے میل جول بڑھانے کے لئے اجتماعی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ موجودہ قانون میں کچھ نرمی اور لچک پیدا کی جائے۔

۳- شق نمبر ۴، ۵، ۶ پر اجتماعی تبادلہ خیال کے دوران کثرتِ رائے یہ تھی کہ اس وقت عملاً رخصتانہ کے موقع پر مقامی احباب کے کھانے میں نہ شامل ہونے اور باہر سے آئی ہوئی بارات یا اُن کے ساتھ چند افراد کے کھانے میں شامل ہو جانے سے صورتِ حالات ایسی ابھر رہی ہے کہ حیلوں بہانوں سے نظام کے اطلاق سے گریز کا رجحان ایک حد تک ضرور پیدا ہو رہا ہے۔ اس امر پر بھی کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ بڑے شہروں میں دُور دُور سے آنے والے افراد کے لئے شادی میں شمولیت ایک آزمائش بن جاتی ہے۔ اگرچہ بعض ممبران کی رائے یہ تھی کہ اگر پروگرام حکمت اور ذہانت سے ترتیب دیئے جائیں۔ تو یہ مشکل بہت حد تک دُور ہو سکتی ہے۔ مگر عمومی رائے یہی پائی گئی کہ گو ربوہ میں جہاں اپنا ہی ماحول ہوتا ہے اور چھوٹے شہروں میں جہاں فاصلے حائل نہیں ہوتے۔ موجودہ طریق کار زیادہ تکلیف کا باعث نہیں ہوتا۔ مگر بڑے شہروں میں موجودہ طریق پر سختی سے عمل ہو تو دقت اور آزمائش کا باعث بن جاتا ہے۔ اور بہت سے لوگ اس دقت کے باعث شادیوں میں شامل نہیں ہو سکتے۔ جس سے اپنوں کے درمیان ایک طرح کی دُوری بھی پیدا ہوتی ہے۔ اس بارہ میں بھی تفصیل سے اظہارِ خیال کیا گیا۔ کہ موجودہ حالات میں شادی بیاہ کے مواقع غیروں کے ساتھ تعلقات اور رابطے بڑھانے میں ایک مؤثر اور مفید ذریعہ بن سکتے ہیں بشرطیکہ ہماری شادیاں رسومات سے پاک ہوں اور پاکیزگی کے ماحول اور سادگی کے حسن کی وجہ سے اپنے اندر مابہ الامتیاز رکھتی ہوں۔ غیروں سے میل جول، اُن کا رنگ اور اُن کا اثر قبول کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنا رنگ اُن پر چڑھانے اور ان کو اپنے زیرِ اثر لانے کی غرض سے ہونا چاہیئے۔ اس بات پر عمومی طور پر اتفاق رائے پایا گیا کہ رخصتانہ کے موقع پر محض کھانا دینا ہی ایک ایسا امر نہیں جس پر سارا زور صرف کر دیا جائے بلکہ اصل زور رسومات اور نمود و نمائش اور اسراف سے پرہیز ہونا چاہیئے۔ ورنہ کھانا اپنی ذات میں عرفاً یا شرعاً کوئی قباحت نہیں رکھتا۔ بلکہ خوشی کے جذبات کا ایک فطری اظہار اپنے اندر لئے ہوئے ہوتا ہے۔

۴- شق نمبر ۷ کے بارہ میں سب کمیٹی میں اس بات پر اتفاق رائے پایا گیا کہ جو بھی اقدامات تجویز ہوں اُن کی حیثیت ایک پُر زور مشورہ کی ہونی چاہیئے۔ سوائے اس کے کہ کوئی امر شرعی طور پر ناروا ہو۔ شرعاً غیر مناسب طرزِ عمل پر جماعتی تادیب اور ذریعہ اصلاح مؤثر طور پر استعمال ہونا چاہیئے۔

۵- شق نمبر ۸ تا ۱۱ کا تعلق سب کمیٹی کی طرف سے تجویز کی جانے والی سفارشات سے ہے۔ کمیٹی کثرت

رائے سے سفارش کرتی ہے کہ :-

۱۔ شادی بیاہ کے موقع پر رسم و رواج اور نمود و نمائش کے کلیتہً استیصال کے لئے بھرپور مہم چلائی جانی چاہیئے۔ جس کے لئے بعض معین سفارشات بھی سب کمیٹی پیش کر رہی ہے۔

۲۔ رخصتانہ کے موقع پر کھانا نہ دینے کی پابندی ختم کر دینی چاہیئے۔ البتہ اس بات پر بھرپور انداز میں تحریک ہونی چاہیئے کہ کھانا حسب حیثیت بلا اسراف اور بلا نمود و نمائش ہو۔ سب کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ اس بارہ میں مقامی اور غیر مقامی بارات کی تمیز نہیں ہونی چاہیئے۔

۳۔ سب کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ کھانے میں سادگی پر زور مسلسل دیتے رہنا چاہیئے۔ مگر اس بارہ میں افراد کی تعداد یا کھانے کی تفصیل کے بارے میں معین قواعد سود مند نہیں ہوں گے۔ اور اس سے غیر ضروری تفصیلات یا جزئیات کے نتیجہ میں قواعد بے اثر ہو جائیں گے۔

۴۔ رسومات کے بارہ میں سب کمیٹی یہ تجویز کرتی ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر ویڈیو بنائے جانے کے رجحان کو پوری شدت سے روکنا چاہیئے۔ اور چونکہ اس میں پردے کے شرعی احکام کی خلاف ورزی ہو رہی ہوتی ہے۔ لہذا اس پر مناسب تادیبی کارروائی ہونی چاہیئے۔ جس کے بارے میں چند معین سفارشات کمیٹی آگے چل کر پیش کر رہی ہے۔

بعض مقامات پر یہ رجحان پیدا ہو رہا ہے کہ فحش یا ناشائستہ گانے ٹیپ ریکارڈ پر یا ڈیک پر بجائے جاتے ہیں گو ان کو گانے والے یا گانے والیاں احمدی بچے یا بچیاں نہیں ہوتے مگر گانے اپنی ذات میں مخرب اخلاق ہوتے ہیں۔ اس رجحان کی بھی سختی سے روک تھام ہونی چاہیئے۔

بعض مواقع پر یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بچیاں تو رقص نہیں کرتیں مگر نوجوان لڑکے خود کو اس پابندی سے آزاد تصور کرتے ہیں اور نوجوان لڑکے حاضرین کے سامنے رقص کرتے ہیں جو کسی طرح بھی شرعاً اور اخلاقاً درست نہیں۔ اس رجحان کو بھی روکنے کے لئے مؤثر ذرائع استعمال ہونے چاہئیں۔

۵۔ شادی بیاہ کی رسومات جن میں مہندی کی رسم، جہیز کا مطالبہ، دولہا کے رشتہ داروں کے لئے جوڑوں کا مطالبہ، نوٹوں کے ہار وغیرہ کا استعمال، ان جملہ بد رسومات کی سختی سے روک تھام ہونی چاہیئے اور ان کی خلاف ورزی پر بھی مناسب تادیبی اقدامات ہونے چاہئیں۔

سب کمیٹی یہ بھی سفارش کرتی ہے کہ جملہ امراء و مربیان یا دیگر نکاح خواں حضرات کی راہنمائی کے لئے ان امور پر مناسب لٹریچر مہیا کیا جائے اور امراء کو یہ ہدایت ہو کہ وہ ہر نکاح کے موقع پر ان ہدایات کو حسب موقع مناسب انداز میں دہراتے رہیں۔

باقی صفحہ ۴۰ پر

کرشن ثانی

ابھرا ہے چاند جس کے تھے منتظر ستارے
وہ آگیا کہ جس کی رہ تک رہے تھے سارے

چھیڑا ہے اُس نے آکر میٹھے سُروں میں نغمہ
اُترا کرشن ثانی ساگر بیا کنارے

پھونکی ہے رُوحِ تازہ اوتار نے اُتر کر
جیون سرُوپ لے کر پھر جی اُٹھے ہیں سارے

سُن ہو گیا ہے شیطاں آواز اُس کی سُن کر
مبہوت اہرمن ہے پیہم سکوت دھارے

فُرقت کے روگیوں کو بخشا سنجوگ امرت
درشن میں محو ہیں جو پھرتے تھے مارے مارے

آیا ہے آسماں سے پیغام شانتی کا
بادل کدُورتوں کے چھٹنے لگے ہیں سارے

ہر دم لُٹا رہا ہے وہ پیار کے خزینے
اُپدیش اُلفتوں کا ملتا ہے اُس دوارے

کرنیں پریم کی ہیں دل کے نگر پہ گویا
اوتار کی نظر کے وہ پے بہ پے اشارے

— بیاس

پُروا کے آئے جھونکے پھر پَو پھٹی ہے تازہ
سُندر سویر آئی غنچے کھلے ہیں سارے
سنگت کی مے پلائی پھر بچھڑے میکشوں کو
یک رنگ ہو گئے ہیں وہ رنگ و بُو کے مارے
اُلفت کی لے پہ کس نے دیپک کا راگ چھیڑا
جگ جیت نے اُتر کر جیتے ہیں دیش سارے
ہر دل بنا ہے دَرپن، پھر ہو رہے ہیں درشن
اُوتار کے کرشمے منظر پہ پیارے پیارے
پھر آتما ہوئی ہے پرَماتما کے سُنگت
آشا دلوں میں جاگی جاگے نصیب سارے
اُٹھ کر گلے ملے ہیں پچھّم، پُرَبؔ کے باسی
وہ پیار کا ہے طوفاں ڈوبے ہیں سب کنارے
سنسار وجد میں ہے کیا ہے سماں سُہانا!
گوپال تیری لے پر جھوم اُٹھّے چاند تارے
پھر جگمگا اُٹھی ہے اندھیر تھی جو دُنیا
کیسی ہے دیپ مالا! ذرّے بنے ہیں تارے
اسلام بھی کھڑا ہے بھکشا کی آس لے کر
پرشاد اُلفتوں کا بٹتا ہے جس دوارے

؎ پُورب

عبدالسلام اسلام

مبارک وہ جو اب ایمان لایا

صدق و وفا کے پیکر

سیدنا حضرت حکیم مولانا نورالدین نوراللہ مرقدہ کی اطاعت و فدائیت اور قربانی کا ایمان افروز تذکرہ ماہ جون کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔ اب اس کا باقی حصہ ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔ (ایڈیٹر)

3۔ اطاعت کی دلکش تصویر

اب سیدنا حضرت حکیم مولانا نورالدین نوراللہ مرقدہ جیسا عظیم وجود اپنے آقا کے مقام کو شناخت کر چکا تھا۔ اور آپ کی محبت کا اسیر ہو کر اسی میں لطف اندوز ہو رہا تھا۔ قدم بقدم لحظہ بہ لحظہ قریب سے قریب تر ہو رہا تھا۔ حضرت حکیم الامت...... کی ملازمت جو شاہی طبیب کی حیثیت سے تھی آپ اسے خیر باد کہہ کر اپنے وطن مالوف بھیرہ تشریف لے گئے اور وہاں مکان اس لئے تعمیر کروا رہے تھے کہ مستقل وہاں پر ہی سکونت پذیر ہوں۔ یہ 1893ء کا زمانہ ہے آپ ان ایام میں لاہور کسی کام کیلئے آتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا خیال آتا ہے کہ قادیان تو قریب ہے۔ زیارت کا شرف حاصل کرلیں۔ چنانچہ آپ قادیان تشریف لے گئے۔ اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ زیر تعمیر مکان۔ طبابت، اہل وعیال اور اعزہ واقارب کی پرواہ کئے بغیر قادیان میں ہی سکونت اختیار کرلی۔ اس بارہ میں آپ نے بایں الفاظ ذکر فرمایا:۔

"میں یہاں قادیان میں صرف ایک دن کیلئے آیا اور ایک بڑی عمارت بنتے چھوڑ آیا حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا اب تو آپ فارغ ہیں میں نے عرض کیا۔ ہاں! ارشاد فرمایا آپ رہیں۔ میں سمجھا دو چار دن کیلئے فرماتے ہیں۔ ایک ہفتہ خاموش رہا۔ فرمایا آپ تنہا ہیں ایک بیوی منگوالیں۔ تب میں سمجھا کہ زیادہ دنوں رہنا پڑے گا۔ تعمیر کا کام بند کرا دیا۔ چند روز بعد فرمایا کتابوں کا آپ کو شوق ہے یہیں منگوا

لیجئے۔ تعمیل کی گئی فرمایا اچھا دوسری بیوی بھی یہیں منگوالیں۔ پھر مولوی عبدالکریم صاحب سے ایک دن ذکر کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے۔

لَا تَصْبُوَنَّ اِلَی الْوَطَنِ۔فِیْہِ تُہَانُ وَ تُمْتَحَنُ

یہ الہام نورالدین کے متعلق معلوم ہوتا ہے مجھ سے فرمایا وطن کا خیال چھوڑ دو چنانچہ میں نے چھوڑ دیا اور کبھی خواب میں بھی وطن نہیں دیکھا"۔

(ضمیمہ بدر 29 جولائی 1909ء بحوالہ تاریخ احمدیت حصہ چہارم صفحہ 148)

(نوٹ) الہام مذکورہ 2۔اپریل 1893ء کا ہے جس میں ہدایت تھی کہ تو وطن کی طرف ہرگز توجہ نہ کر اس میں تیری اہانت ہوگی اور تکالیف برداشت کرنا پڑیں گی۔ جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا کہ آپ اپنے وطن بھیرہ جانے کا خیال بھی دل میں نہ لاویں تو فرمایا کہ ایک مرتبہ تو میں ڈرا کہ یہ تو ہوسکتا ہے کہ میں وہاں کبھی نہ جاؤں مگر یہ کس طرح ہوگا کہ میرے دل میں بھیرہ کا خیال نہ آوے مگر آپ فرماتے ہیں:
"خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں۔ میرے واہمہ اور خواب میں بھی وطن کا خیال نہ آیا پھر تو ہم قادیان کے ہوگئے"۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ 169)

سمعنا و اطعنا کی یہ ایک دلکش تصویر ہے۔ آپ نے سب کچھ چھوڑ کر اطاعت امام کو مقدم کیا اور فدائیت کا ایک ایسا رنگ دکھایا کہ جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔

اطاعت و فدائیت کے بعض ایمان افروز واقعات

حکیم الامت حضرت سیدنا خلیفہ المسیح الاوّل........ کی سیرت اور آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کیلئے والہانہ اطاعت اور نہائیت اعلیٰ درجہ کی فدائیت کا رنگ رکھتا تھا۔ اس بارہ میں آپ کی پاکیزہ سیرت کی بعض ایمان افروز جھلکیاں عشاق احمدیت کیلئے بڑی روح پرور ہیں۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب سے روایت ہے کہ ایک دفعہ راولپنڈی سے ایک غیر احمدی صاحب آئے۔ جو اچھے متمول آدمی تھے اور انہوں نے حضرت اقدس سے درخواست کی کہ میرا فلاں عزیز بیمار ہے۔ حضور حضرت مولوی نورالدین صاحب کو اجازت دے دیں۔ کہ آپ میرے ساتھ راولپنڈی تشریف لے چلیں اور اس کا علاج کریں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم مولوی صاحب کو یہ بھی کہیں کہ آگ میں گھس جاؤ یا پانی میں کود جاؤ تو ان کو کوئی عذر نہیں ہوگا لیکن ہمیں بھی تو مولوی

صاحب کے آرام کا خیال چاہیئے۔ ان کے گھر میں آج کل بچہ ہونے والا ہے اس لئے میں ان کو راولپنڈی جانے کیلئے نہیں کہہ سکتا۔ مولوی شیر علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ اس کے بعد حضرت مولوی صاحب حضرت صاحب کا یہ فقرہ بیان کرتے تھے اور اس بات پر خوش ہوتے تھے کہ حضرت صاحب نے مجھ پر اس درجہ اعتماد ظاہر کیا ہے"۔ (سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ 275)

اسی سلسلہ میں ایک روایت حضرت ماسٹر عبدالرؤف صاحب بھیروی کی ہے کہ ایک مرتبہ بھیرہ کے کسی رئیس نے آپ کی خدمت میں چٹھی لکھی کہ میں بیمار ہوں اور آپ ہمارے خاندانی طبیب ہیں بھیرہ تشریف لاکر مجھے دیکھ جائیں۔ آپ نے اس رئیس کو لکھا کہ میں بھیرہ سے ہجرت کر چکا ہوں اور اب حضرت مرزا صاحب کی اجازت کے بغیر میں قادیان سے باہر کہیں نہیں جاتا۔ آپ کو اگر میری ضرورت ہے تو حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں لکھو چنانچہ اس رئیس نے حضرت اقدس کی خدمت میں خط لکھا۔ حضور نے فرمایا۔ مولوی صاحب! آپ بھیرہ جا کر اس رئیس کو دیکھ آئیں۔ جب آپ بھیرہ پہنچے تو اس رئیس کو دیکھا اور نسخہ تجویز فرما کر فوراً واپس تشریف لے آئے۔ نہ اپنے آبائی مکانوں کو دیکھا۔ نہ نئے زیر تعمیر مکان تک گئے۔ نہ عزیزوں سے ملاقات کی نہ دوستوں سے ملے بلکہ جس غرض کیلئے حضرت اقدس نے آپ کو بھیجا تھا جب وہ غرض پوری ہو گئی تو فوراً واپس تشریف لے آئے۔

(حیات نور صفحہ 187۔188)

اس طرح آپ نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صرف مریض کو دیکھ کر نسخہ تجویز کیا اور آبائی وطن میں جا کر کسی عزیز رشتہ دار دوست سے ملاقات کرنے کو ادب و اطاعت کے خلاف سمجھا اور واپس لوٹ آئے۔

ماسٹر اللہ دتا صاحب سیالکوٹی کا بیان ہے کہ:۔

1900ء یا 1901ء کا واقعہ ہے کہ میں دارالامان میں موجود تھا۔ ان دنوں ایک نواب صاحب حضرت خلیفہ المسیح الاوّل کی خدمت میں علاج کیلئے آئے ہوئے تھے۔ جن کیلئے ایک الگ مکان تھا۔ ایک دن نواب صاحب کے اہلکار حضرت مولوی صاحب کے پاس آئے جن میں ایک مسلمان اور ایک سکھ تھا۔ عرض کیا کہ نواب صاحب کے علاقہ میں لاٹ صاحب آنے والے ہیں۔ آپ ان لوگوں کے تعلقات کو جانتے ہیں۔ اس سے نواب صاحب کا منشا ہے کہ آپ ان کے ہمراہ ہی تشریف لے جائیں۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں اپنی جان کا مالک نہیں میرا ایک آقا ہے اگر وہ مجھے بھیج دے تو مجھے کیا

انکار ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے اپنا مدعا بیان کیا۔ حضور نے فرمایا اس میں شک نہیں کہ اگر ہم مولوی صاحب کو آگ میں کودنے یا پانی میں چھلانگ لگانے کیلئے کہیں تو وہ انکار نہ کریں گے لیکن مولوی صاحب کے وجود سے یہاں ہزاروں لوگوں کو ہر وقت فیض پہنچتا ہے قرآن وحدیث کا درس دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ سینکڑوں بیماروں کا ہر روز علاج کرتے ہیں ایک دنیاوی کام کیلئے ہم اتنا فیض بند نہیں کر سکتے۔ اس دن جب آپ عصر کے بعد درس قرآن مجید دینے لگے تو خوشی کی وجہ سے منہ سے الفاظ نہ نکلتے تھے فرمایا مجھے آج اس قدر خوشی ہے کہ بولنا محال ہے اور وہ یہ کہ میں ہر وقت اس کوشش میں لگا رہتا ہوں کہ میرا آقا مجھ سے خوش ہو جائے۔ آج میرے لئے کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ میرے آقا نے میری نسبت اس قسم کا خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر ہم نورالدین کو آگ میں جلائیں یا پانی میں ڈبو دیں تو پھر بھی وہ انکار نہیں کریگا۔ (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 160)

حضرت اقدس مسیح موعود نے جماعت کے قابل شادی لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک فہرست تیار فرمائی تھی اور اسے آپ نہایت ہی احتیاط سے محفوظ رکھا کرتے تھے۔ جو کوئی احمدی اپنی لڑکی یا لڑکے کیلئے رشتہ معلوم کرنا چاہتا۔ حضور اس کے مناسب حال اسے رشتہ بتایا کرتے تھے اور ہر شخص حضور کے تجویز فرمودہ رشتہ کو بطیب خاطر منظور کر لیتا تھا۔ مگر ایک مرتبہ جب ایک شخص کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کرنے کا ارشاد فرمایا تو اس نے منظور نہ کیا۔ اس پر حضور کو بہت تکلیف ہوئی اور حضور نے آئندہ کیلئے رشتہ ناطہ کے اس انتظام کو ختم کر دیا۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کا بیان ہے کہ:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے جس قدر آدمی ہیں۔ سب کو حضور سے اپنے اپنے طریق پر محبت تھی مگر جس قدر ادب و محبت حضور سے حضرت خلیفہ المسیح الاول کو تھی۔ اس کی نظیر تلاش کرنی مشکل ہے۔ چنانچہ ایک دن جب مولوی صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ وہاں ذکر ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی دوست کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کر دینے کے لئے فرمایا مگر وہ دوست راضی نہ ہوا۔ اتفاقاً اسی وقت امتہ الحی صاحبہ جو اس وقت بہت چھوٹی تھیں کھیلتی ہوئی سامنے آ گئیں۔ حضرت مولوی صاحب اس دوست کا ذکر سن کر جوش سے فرمانے لگے کہ "مجھے تو اگر مرزا کہے کہ اپنی لڑکی کا رشتہ نہالی (مہترانی جو حضرت صاحب کے گھر کام کرتی تھی) کے لڑکے کو دیدو۔ تو میں بغیر کسی انقباض کے فوراً دے دوں گا"۔ یہ کلمہ سخت عشق و محبت کا تھا۔ مگر نتیجہ دیکھ لو کہ بالآخر وہی لڑکی حضور کی بہو بنی اور اس

شخص کی زوجیت میں آئی جو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حسن و احسان میں نظیر ہے"۔
(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 614)

جناب حکیم محمد صدیق صاحب آف میانی فرماتے ہیں:۔

ایک دفعہ جب آپ مطب میں بیٹھے تھے۔ ارد گرد لوگوں کا حلقہ تھا۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ مولوی صاحب! حضور یاد فرماتے ہیں۔ یہ سنتے ہی اس طرح گھبراہٹ کے ساتھ اٹھے کہ پگڑی باندھتے جاتے تھے اور جوتا گھسیٹتے جاتے تھے۔ گویا دل میں یہ تھا کہ حضور کے حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو۔ پھر جب (جانشین) ہو گئے تو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تم جانتے ہو نورالدین کا یہاں ایک معشوق ہوتا تھا جے مرزا کہتے تھے۔ نورالدین اس کے پیچھے یوں دیوانہ وار پھرا کرتا تھا کہ اسے اپنے جوتے پگڑی کا بھی ہوش نہیں ہوا کرتا تھا۔ (حیات نور صفحہ 189)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"جن دنوں ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار تھا۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ المسیح الاوّل) کو اس کے دیکھنے کیلئے گھر میں بلایا اس وقت آپ صحن میں ایک چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور صحن میں کوئی فرش وغیرہ نہیں تھا۔ مولوی صاحب آتے ہی آپ کی چارپائی کے پاس زمین پر بیٹھ گئے حضرت نے فرمایا۔ مولوی صاحب چارپائی پر بیٹھیں۔ مولوی صاحب نے عرض کیا حضور میں بیٹھا ہوں اور کچھ اونچے ہو گئے اور ہاتھ چارپائی پر رکھ لیا مگر حضرت صاحب نے جب دوبارہ کہا تو مولوی صاحب اٹھ کر چارپائی کے ایک کنارہ پر پائنیتی کے اوپر بیٹھ گئے"۔
(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ 63)

ادب و اطاعت کی یہ نہایت اعلیٰ مثال ہے کہ وہ شخص جو کسی بڑے سے بڑے آدمی کے سامنے زمین پر بیٹھنے کیلئے طالب علمی کے زمانہ میں بھی تیار نہیں ہوا تھا دینی و دنیوی ترقیات کے اعلیٰ مقام رکھتے ہوئے بھی حضرت مسیح پاک کے سامنے زمین پر بیٹھنے ہی میں سعادت عظمیٰ سمجھتا ہے۔

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا بیان ہے:۔

"ایک مرتبہ ایک ہندو بٹالہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ میری اہلیہ سخت بیمار

ہے ازراہ نوازش بٹالہ چل کر اسے دیکھ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت مرزا صاحب سے اجازت حاصل کرو۔ اس نے حضرت کی خدمت میں درخواست کی حضور نے اجازت دی۔ بعد نماز عصر جب حضرت مولوی صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں ملاقات کیلئے حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ امید ہے آپ آج ہی واپس آجائیں گے۔ عرض کی بہت اچھا۔ بٹالہ پہنچے مریضہ کو دیکھا۔ واپسی کا ارادہ کیا مگر بارش اس قدر ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گئے۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ حضرت! راستے میں چوروں اور ڈاکوؤں کا بھی خطرہ ہے۔ پھر بارش اس قدر زور سے ہوئی ہے کہ واپس پہنچنا مشکل ہے کئی مقامات پر مینہہ پانی سے گذرنا پڑے گا۔ مگر آپ نے فرمایا خواہ کچھ ہو سواری کا انتظام بھی ہو یا نہ ہو۔ میں پیدل چل کر بھی قادیان ضرور پہنچوں گا کیونکہ میرے آقا کا ارشاد یہی ہے۔ کہ آج ہی مجھے واپس قادیان پہنچنا ہے۔ خیریکہ کا انتظام ہو گیا اور آپ چل پڑے۔ مگر بارش کی وجہ سے راستہ میں کئی مقامات پر اس قدر پانی جمع ہو چکا تھا کہ آپ کو بیٹ کا پانی عبور کرنا پڑا۔ کانٹوں سے آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے مگر قادیان پہنچ گئے۔ اور فجر کی نماز کے وقت......حاضر ہو گئے۔ حضرت اقدس نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کیا مولوی صاحب رات بٹالہ سے واپس تشریف لے آئے تھے قبل اس کے کوئی اور جواب دیتا آپ فوراً آگے بڑھے اور عرض کی حضور! میں واپس آگیا تھا۔ یہ بالکل نہیں کہا کہ حضور رات شدّت کی بارش تھی اکثر جگہ پیدل چلنے کی وجہ سے میرے پاؤں زخمی ہو چکے ہیں اور میں سخت تکلیف اٹھا کر واپس پہنچا ہوں۔"

(حیات نور صفحہ 190۔191)

یہ ہے وہ مبارک وجود۔ جس نے آخرین کی جماعت میں ایک نہایت اعلیٰ وارفع مقام پایا آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اطاعت و فدائیت اور محبت و عشق کی دلکش تصویر ہے۔ آپ نے ہر نوع کی قربانیوں میں ایک اعلیٰ مثال قائم کی۔ آپ ہمیشہ کیلئے اپنے آقا مہدی آخر الزمان کے ہو گئے۔ اور اپنی تمام خواہشات و مرضیات اور جسم و روح کو اپنے آقا کے تابع کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی تعریف میں فرمایا:۔

"وہ ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے"۔

"میں دیکھتا ہوں کہ اس کے لبوں پر حکمت بہتی ہے۔ اور آسمان کے نور اس کے پاس نازل ہوتے ہیں اور جب کبھی وہ کتاب اللہ کی تاویل کی طرف توجہ کرتا ہے تو اسرار کے منبع کھولتا ہے اور لطائف کے چشمے بہاتا ہے اور عجیب و غریب معارف ظاہر کرتا ہے۔ جو پردوں کے نیچے ہوتے ہیں دقائق

کے ذرات کی تدقیق کرتا ہے۔ اور حقائق کی جڑوں تک پہنچ کر کھلا کھلا نور لاتا ہے"۔

(ترجمہ از آئینہ کمالات اسلام صفحہ 585-589)

پھر فرماتے ہیں:-

"میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا اعلیٰ درجہ کا صدیق دیا جو راستباز اور جلیل القدر فاضل ہے اور باریک بین اور نکتہ رس۔ اللہ تعالیٰ کیلئے مجاہدہ کرنے والا۔ اور کمال اخلاص سے اس کیلئے ایسی اعلیٰ درجہ کی محبت رکھنے والا ہے کہ کوئی اس سے سبقت نہیں لے گیا"۔

(ترجمہ از حمامتہ البشریٰ صفحہ 16)

اس مبارک وجود کے دلربا حسن و کشش پر قریبی رفقاء ہی آگاہی پا سکتے ہیں۔ وہ جلیس و ہم نشین ہی جان سکتے ہیں کہ آپ کے اندر کتنا جذب و کشش اور روحانی تاثیرات تھیں وہ جس کی مقناطیسیت سے آپ کے مصاحبین میں نور یقین اور معرفت تامہ پیدا ہوئی اور انہیں ایمان و ایقان کی پختگی نصیب ہوئی۔ آپ کی وفات پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا:-

"حضرت مرحوم کی محبت انسان کو نور ایمان اور یقین و عرفان سے مالامال کرتی تھی۔ آپ کا فیضان عام تھا مسلم ہندو سکھ عیسائی پارسی سب پر آپ کے احسانات تھے۔ اور سب آپ کے مداح تھے"۔

(حیات نور صفحہ 747)

اس موقع پر ریویو آف ریلیجنز نے یہ نوٹ لکھا:-

اس مقدس وجود کا ایثار اس کی زندگی اس کی موت اس کے اعمال اس کے اقوال اس کا تجربہ اس کا تبحر علمی اپنی نظیر آپ تھے۔ زمانہ ایسے وجود روز پیدا نہیں کرتا۔ آسمان ایسے ذکی نفوس کو آئے دن زمین پر نہیں بھیجتا دنیا ایسے منبع فیوض و علوم سے ہر وقت متمتع نہیں ہوا کرتی....."

"..... یہ آسمانی نشان زمین پر رہتا تھا۔ لیکن اس کا تعلق آسمان سے ایک لمحہ بھی نہیں ٹوٹتا۔ اس کو چلتے پھرتے لیٹتے بیٹھتے ہر گھڑی خدا اور اس کے رسول کی یاد و محبت کا زندگی بخش جام سرشار رکھے رہتا تھا۔ خدا کی کتاب اس کی محبوب اس کا ذکر اس کی غذا تھی۔ قرآن کریم کی آیات میں اسے دلربا خدوخال نظر آتے۔ اور اس کتاب کے معانی میں اسے چشمۂ حیوان کے حیات جاوید بخشنے والے پانیوں کا ذخیرہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کی زندگی ہی قرآن تھی۔ (ریویو آف ریلیجنز جلد نمبر 3۔ مارچ 1904ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ نور یقین سے ہر ایک دل کو معمور کر دے اور اطاعت و فدائیت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

"میخانہ درد" سے دو اہم اقتباس

حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

"اے اردو گھبرانا نہیں تو فقیروں کا لگایا ہوا پودا ہے خوب پھولے پھلے گی تو پروان چڑھے گی ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قرآن حدیث تیری آغوش میں آ کر آرام کریں گے۔ بادشاہی قانون اور حکیموں کی طبابت تجھ میں آجائے گی اور تو سارے ہندوستان کی زبان مانی جائے گی۔"

(میخانہ درد صفحہ 153 مصنفہ حکیم خواجہ سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی)

○○

حضرت خواجہ محمد ناصر رحمۃ اللہ علیہ کا کشف:-

"ایک بار آپ (حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب۔ ناقل) کو حجرہ کے اندر بیٹھے بیٹھے سات دن اور چھ راتیں گذر گئیں اور ساتویں رات بھی آدھی گذر چکی تھی جو موسم کی گرمی اور بھوک اور پیاس کی سختی سے آپ پر ضعف طاری ہوا۔ آپ کی طاقت نے جواب دے دیا۔ ناتوانائی کے سبب سے آپ کی آنکھ جھپکی تھی کہ آپ نے رول اٹھا کر اپنے سراپا کو زدو کوب کرنا شروع کیا۔ اسی حال میں وہ تاریک حجرہ غیر معمولی روشنی سے منور ہو گیا اور ایک نوجوان خورشید طلعت نے ایک حلہ بہشتی پہنے ہوئے اور جواہر نگار تاج سر پر دھرے ہوئے تھے خواجہ محمد ناصر کا وہ ہاتھ پکڑ لیا جس میں وہ رول تھا۔ اور ارشاد کیا۔ اے محمد ناصر یہ کیا جبر و ستم ہے کہ اپنے نفس پہ کرتا ہے۔ تجھے معلوم نہیں ہے کہ تو ہمارا لخت جگر ہے اور تیرے بدن کی چوٹیں ہمارے دل پر پڑتی ہیں۔ اور تیری تکلیف اور اذیت ہمارے جد علیہ التحیہ والثناء کو تکلیف اور اذیت پہنچاتی ہے۔ زنہار زنہار اب ایسا نہ کرنا اب یہ محنت اور جفا اپنے اوپر کیوں انگیزی ہے۔ خواجہ محمد ناصر یہ جلوہ دیکھ کر تھرا گئے اور آپ نے دست بستہ عرض کی کہ حضور صرف اس غرض سے کہ عرفان الٰہی حاصل ہو جائے گا اور خواجہ محمد ناصر صاحب کو اپنے سینے سے لگا لیا اور جو دولت آپ کے سینہ میں تھی وہ خواجہ محمد ناصر کے سینہ میں ڈال دی۔ اور ان بزرگوار نے حجرہ میں بیٹھ کر خواجہ محمد ناصر کو بیعت بھی کیا جو مراد اولیاء اللہ برسوں کی ریاضت اور محنت سے پاتے ہیں وہ آن کی آن میں خواجہ محمد ناصر صاحب کو حاصل ہو گئی۔ خواجہ محمد ناصر نے حیران ہو کر عرض کی حضور اپنے نام مبارک سے اس عاجز کو آگاہ فرمائیے

(باقی صہ ۳۸ پر)

بلا تبصرہ

حکایت ڈائجسٹ کے مدیر محترم گوجرانوالہ کے سانحہ "حافظ فاروق کے قتل" پر لکھتے ہیں۔

"یہاں مسئلہ کچھ اور ہے یہ پہلا موقعہ نہیں کہ لوگوں نے مذہب کے نام پر اس جنونی کیفیت کا مظاہرہ کیا ہو۔ برصغیر کی تاریخ میں مسلمان کئی بار سنی سنائی پر ایسے ہی مظاہرے کر کے غیر مسلم قوموں کے سامنے ذلیل وخوار ہو چکے ہیں۔

ہم انگریزوں کے دور کے لوگ ہیں۔ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں نے مسلمانوں کا مذاق بنا رکھا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مسلمان کو پولیس سے مروانا بڑا ہی آسان ہے۔ ایک دو نعرے لگا دو "اسلام خطرے میں ہے" مسلمان کچھ سوچے اور پوچھے بغیر گھروں سے لاٹھیاں کلہاڑیاں لے کر نکل آئیں گے اور مشتعل ہجوم کی صورت میں اکٹھے ہو کر "اسلام زندہ باد" کے نعرے لگانے شروع کر دیں گے۔ اور پولیس انہیں منتشر کرنے کے لئے ان پر لاٹھی چارج کرے گی۔ مسلمان اور زیادہ جوش میں آ جائیں گے۔ پھر پولیس ان پر گولی چلائے گی زیادہ نہیں تو بارہ چودہ مسلمان توضرور ہی مریں گے۔

1952ء میں لاہور میں مسلمان اچانک قادیانیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور خونریزی شروع ہو گئی۔ ڈیڑھ دو مہینوں بعد لاہور میں لوٹ مار اور غارت گری کا یہ سلسلہ شروع ہو گیا کہ کسی کی کسی کے ساتھ عداوت ہے تو اس نے مسلمانوں کے ایک گروہ سے کہہ دیا کہ یہ گھر قادیانیوں کا ہے۔ مسلمان تصدیق کئے بغیر اس گھر پر ٹوٹ پڑے اور گھر کا صفایا کر دیا۔ بعض دوکانداروں نے کاروباری رقابت میں اہل سنت اور اہل تشیع کی دکانیں یہ کہہ کر لٹوائیں اور نذر آتش بھی کرائیں کہ قادیانیوں کی ہیں۔ جب یہ وارداتیں ہونے لگیں تو لاہور شہر میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا تھا......

مسلمانوں کا یہ مذہبی جنون قابلِ فخر نہیں، باعث فکر وتشویش ہے۔ ایسے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں کہ مولوی ایک مسجد کی امامت پر الجھ پڑے اور اس علاقے کے لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف مشتعل کر کے لڑا دیا اور خون خرابا کرا دیا۔ انگلینڈ میں بھی پاکستانی مولویوں نے جا کر یہی گل کھلائے اور وہاں کی حکومت نے متنازعہ امامت والی مسجدوں کو تالے لگا دیئے ہیں۔"

مدیر محترم لکھتے ہیں۔

"" دین ملا فی سبیل اللہ فساد" کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ ملائیت اور

مذہب کے نام پر فساد لازم و ملزوم ہیں۔ گوجرانوالہ کی واردات میں آپ نے دیکھا ہے کہ مسجدوں سے اعلان کئے گئے کہ ایک آدمی نے قرآن پاک نذر آتش کر دیا ہے۔ فوراً پہنچو اسے سنگسار کرنا ہے یہ مسجدیں خواہ کسی بھی فرقہ کی ہیں، ہیں تو مسلمانوں کی۔ مولوی صاحبان نے یہ دیکھے بغیر کہ اصل واقعہ کیا ہے اور کیا واقعی قرآن پاک کو کسی نے آگ لگائی ہے۔ اعلان کرا کے لوگوں کو مشتعل کیا۔ اس کے ساتھ دوسرا گناہ یہ کیا کہ ایک حافظ قرآن اور دیندار مسلمان کو عیسائی کہا گیا۔"

(حکایت لاہور مئی 1994ء صفحہ 22)

قرآن کی "بے حرمتی" کے بارہ میں مدیر موصوف لکھتے ہیں:۔

"کیا جس قرآن کے بے حرمتی پر تم نے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کے باپ کو مروا دیا اور ان بچوں کا مستقبل تاریک کر دیا ہے، اس قرآن نے تمہیں یہ سبق دیا ہے کہ اللہ کا قانون شریعت اپنے ہاتھ میں لے کر جھوٹ بولو اور لوگوں کو مشتعل کر کے مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا خون بہاؤ۔

جہاں تک قرآن کی توہین اور بے حرمتی کا تعلق ہے اس گناہ کے گنہگار وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایک حافظ قرآن پر جھوٹی تہمت لگائی۔ پھر ان مولویوں نے قرآن کی توہین کی جنہوں نے مسجدوں سے اشتعال انگیز اعلان کئے۔ پھر وہ ہزاروں لوگ قرآن کی بے حرمتی کے مرتکب ہوئے۔ جو خود ہی قاضی اور منصف بن گئے اور الزام کا ثبوت دیکھے بغیر ایک عورت کو بیوہ اور چھ کمسن بچوں کو یتیم کر دیا.........."

"قرآن کو پھاڑنا گناہ ہے۔ لیکن قرآن کے احکام کو نہ ماننا اور ان کے احکام کے خلاف کام کرنا اور کارروائی کرنا توہین قرآن ہے......."۔ (حکایت لاہور مئی 1994ء صفحہ 23-24)

(از صہ ۳۶)

فرمایا میں حسن مجتبیٰ بن علی مرتضیٰ ہوں اور نانا جان نے مجھے خاص اس لئے تیرے پاس بھیجا تھا کہ میں تجھے معرفت اور ولایت سے مالامال کر دوں۔ یہ ایک خاص نعمت تھی جو خانوادۂ نبوت نے تیرے واسطے محفوظ رکھی تھی اس کی ابتداء تجھ پر ہوئی اور انجام اس کا مہدی موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر ہوگا۔

(میخانہ درد صفحہ 25-26 مصنفہ حکیم خواجہ سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی)

(نوٹ) حضرت خواجہ محمد ناصر رحمتہ اللہ علیہ حضرت اماں جان (سیدہ نصرت جہاں) کے اجداد میں سے ہیں۔

خبرنامہ انصار

خصوصی امتحان انصار اللہ بسلسلہ خسوف و کسوف

تمام ممبران مجلس انصار اللہ پاکستان کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ علم و فضل میں ترقی کے مرکزی لائحہ عمل امتحان سہ ماہی دوم ۱۹۹۴ء ۔ ایک خاص اور منفرد تاریخی نوعیت کا امتحان ہوگا جو عظیم الشان نشان خسوف و کسوف ۱۸۹۴ء کے سو سال کی تکمیل پر منعقد کیا جارہا ہے ۔ لہٰذا زعماء کرام تمام انصار کو مقررہ نصاب کے مطابق امتحانی تیاری کرائیں اور سو فیصد انصار کی اس امتحان میں شرکت کو یقینی بنائیں ۔

انشاء اللہ اس امتحان میں شامل ہونے والے تمام انصار کو اسناد جاری کی جائیں گی ۔

(قائد تعلیم ۔ مجلس انصار اللہ پاکستان ربوہ)

- مکرم بشیر احمد صاحب طاہر (صدر مجلس انصار اللہ) سوئٹزرلینڈ نے اسیران راہِ مولیٰ کے لئے اپنی نیک خواہشات و جذبات کا اظہار کیا ہے ۔ اور ماہنامہ انصار اللہ کی وساطت سے سلام بھجوایا ہے ۔
- مکرم محمد یعقوب علی صاحب چٹاگانگ (بنگلہ دیش) نے اپنے تفصیلی خط میں ایمان پرور جذبات کا اظہار کیا ہے ۔ اور جملہ احباب کو کسوف و خسوف کے نشان کے ظہور پر ۱۰۰ سال گزرنے کی مبارکباد کا پیغام دیا ہے ۔
- مکرم ڈاکٹر محمد صادق صاحب جنجوعہ زعیم انصار اللہ شاہدرہ لاہور نے "بہار کے قطعات" اور "اسیرانِ راہِ مولیٰ" کے بارہ میں کلام بھیجا ہے ۔ انصار احباب کو سلام اور دعا کی درخواست کی ہے ۔ آپ دل کے عارضہ کے باعث بیمار ہیں ۔ (مناسب موقعہ پر کلام شائع کیا جائے گا)
- مکرم ایم اسلم خاں صاحب سنوری نے اطلاع دی ہے کہ ان کے بیٹے عمر شباب خاں صاحب نے انگلینڈ کے کرون فیلڈ انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی میں ریسرچ پروگرام کے دوران "آپٹیکل کمیونیکیشن" اور "آپٹیکل فائبر سنسر ٹیکنالوجی" ایجاد کی ہے ۔ انہوں نے برطانیہ میں آپٹیکل کمیونیکیشن کے مضمون میں ایم ایس سی کر کے ایوارڈ حاصل کیا ہے ۔
- محترم عبدالمالک صاحب لاہور نے "ظہور نشان کسوف و خسوف" پر سو سال پورا ہونے کی مبارکباد اور دعا کی درخواست کی ہے ۔

(باقی ص۴۲ پر)

بقیہ از صفحہ ۲۶

۶۔ سب کمیٹی کے نزدیک بد رسومات کے خلاف مؤثر اقدامات کے نتیجہ میں اسراف اور غیر ضروری اخراجات میں کمی واقعہ ہوگی۔ سادگی کی روح کو اپنانے اور قائم رکھنے کے لئے جماعتوں میں مؤثر تحریک ہوتی رہنی چاہیئے اور اور بد رسوم کی ممانعت کو مؤثر بنانے کے لئے سب کمیٹی تجویز کرتی ہے کہ:۔

(الف) احمدی احباب ایسی تقریبات میں شامل نہ ہوں۔

(ب) مقامی امیر ایسے افراد کی مرکز اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رپورٹ کریں۔

اندریں حالات سب کمیٹی کثرت رائے سے سفارش کرتی ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے مقامی اور بیرون سے آنے والی بارات کو سادگی کے ساتھ بلا اسراف اور بلا نمود و نمائش کھانا پیش کرنے کی اجازت ہونی چاہیئے بشرطیکہ رسم و رواج کے خلاف مندرجہ بالا ممانعت کی سختی سے پابندی کی جائے۔ ایسی اجازت بین الاقوامی سطح پر یکسانیت پیدا کرنے کی رَو کے خلاف بھی نہیں ہوگی۔ جن ممالک میں شادی بیاہ کے موقع پر دعوت کا عرفاً رواج نہیں ہے وہاں پر یہ اجازت حکم کا درجہ نہیں رکھتی ہوگی۔ اور جہاں پر بیرونی ممالک میں پاکستانی معاشرے کے لوگ بستے ہیں ان میں اور پاکستان کی جماعتوں میں یکسانیت کے فروغ کے لئے یہ امر ممد ہوگا۔

سب کمیٹی کی یہ رپورٹ کثرت رائے سے منظور ہو کر پیش خدمت ہے۔ تاہم آخری مرحلہ پر نمائندہ کراچی مکرم بیرسٹر مبارک احمد صاحب نے اس امر کا اظہار کیا کہ وہ اپنا اختلافی نوٹ دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایک اختلافی نوٹ تحریر کیا ہے جو اسی رپورٹ کے ساتھ شامل ہے۔ اسی طرح مکرم عمران احمد صاحب نے بھی ایک اختلافی نوٹ شامل کیا ہے۔ وہ بھی اس رپورٹ کے ساتھ شامل کیا جا رہا ہے۔

از صفحہ ۲۹

• محترم عبد الحمید صاحب آصف مدینہ ٹاؤن فیصل آباد نے ماہنامہ انصار اللہ کے کسوف و خسوف نمبر کے شائع ہونے پر مبارکباد اور نیک جذبات کا اظہار کیا ہے۔

• محترم محمد اسمٰعیل صاحب نادر قریشی راولپنڈی کا مکتوب رباعیات اور نظم پر مشتمل ملا۔ آپ کا کلام کسی قریبی شمارہ میں ضرور شائع ہوگا۔

ادارہ ان جملہ احباب کی نیک خواہشات و جذبات کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضلوں سے نوازے اور ہر نوع کی حسنات عطا کرے۔ (ایڈیٹر)

اہلِ جنوں کی شان بھی کتنی عجیب ہے!

لاریب ہیں وہ خالقِ کون و مکاں سے دُور
جو لوگ رہ گئے ہیں ترے آستاں سے دُور
اہلِ جنوں کی شان بھی کتنی عجیب ہے
رہتے تو ہیں جہاں میں مگر ہیں جہاں سے دُور
ڈھونڈیں اُنہیں تو ہیں رگِ جاں سے قریب تر
سوچیں اگر تو سرحدِ وہم و گماں سے دُور
تُو ہی بتا ہیں کیوں ترے ملنے پہ بندشیں؟
ہم کیوں تڑپ رہے ہیں ترے آستاں سے دُور
بے شک فلک شگاف سہی لیکن اے ندیم
اہلِ خرد ہیں آج بھی سرِّ نہاں سے دُور
ہم دِل شکستگانِ محبت پہ اِک نظر
یہ کیا کہ ہم غلام ہیں شاہِ شہاں سے دُور
مَیں پھر بھی کہہ گیا ہوں جو کہنا تھا آپ سے
یہ اور بات ہے کہ سخن ہے زباں سے دُور

ڈاکٹر محمود الحسن

ذکر اور فکر ہر دو عبادت میں شامل ہیں

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ ان باتوں سے راضی ہوتا ہے کہ انسان عفت اور پرہیزگاری اختیار کرے۔ صدق و صفا کے ساتھ اپنے خدا کی طرف جھکے۔ دنیوی کدورتوں سے الگ ہو کر تبتّل الی اللہ اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ کو سب چیزوں پر اختیار حاصل ہے۔ خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے۔ نماز انسان کو منزّہ بنا دیتی ہے۔ نماز کے علاوہ اٹھتے بیٹھتے اپنا دھیان خدا تعالیٰ کی طرف رکھے۔ یہی اصل مدعا ہے۔ جس کو قرآن شریف میں خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کی تعریف میں فرمایا ہے۔ کہ وہ اٹھتے بیٹھتے خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی قدرتوں میں فکر کرتے ہیں۔ ذکر اور فکر ہر دو عبادت میں شامل ہیں۔ فکر کے ساتھ شکر گذاری کا مادہ بڑھتا ہے۔ انسان سوچے اور غور کرے کہ زمین اور آسمان، ہوا اور بادل، سورج اور چاند، ستارے اور سیّارے سب انسان کے فائدے کے واسطے خدا تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ فکر معرفت کو بڑھاتا ہے۔

غرض ہر وقت خدا کی یاد میں اس کے نیک بندے مصروف رہتے ہیں۔ اسی پر کسی نے کہا کہ جو دم غافل سو دم کافر۔ آج کل کے لوگوں میں صبر نہیں۔ جو اس طرف جھکتے ہیں وہ بھی ایسے مستعجل ہوتے ہیں۔ کہ چاہتے ہیں کہ پھونک مار کر ایک دم میں سب کچھ بنا دیا جائے۔ اور قرآن شریف کی طرف دھیان نہیں کرتے کہ اس میں لکھا ہے کہ کوشش اور محنت کرنے والوں کو ہدایت کا راستہ ملتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تمام تعلق مجاہدہ پر موقوف ہے۔ جب انسان پوری توجہ کے ساتھ دعا میں مصروف ہوتا ہے۔ تو اس کے دل میں رقّت پیدا ہوتی ہے اور وہ آستانہ الٰہی پر آگے سے آگے بڑھتا ہے۔ تب وہ فرشتوں کے ساتھ مصافحہ کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد نہم صـ ۳۲۱-۳۲۲)